



قجاء انسان

Free 4
Library U

اے قید

ناگ! تم میری قید
میں ہو۔ تم بچ کر نہیں
جاسکتے۔ میں تمہاری
گردن اتار کر کچل دوں گا
اور پھر مجھے میری گردن واپس
مل جائے گی۔

www.FreeLibrary4u.com

ترتیب و پیشکش محمد ارشد

پیرامہر صندوق

ترتیب

مہنگ کے تنگ راستے میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔
ناگ ایک کالے سانپ کی شکل میں بن مانس محل کے سب سے نیچے تہ
خانے کی چھت ریگ راستا تھا۔ اس تہ خانے میں ایک لوبے کا پتلا
صندوق تھا۔ یہ تہ خانہ بن مانس محل کے بوڑھے جادوگر بن مانس کا تھا۔
لوبے کے پیرامہر صندوق میں ایکٹا برس پرانے مروتے کی کھوپڑی پڑی
تھی۔ اس کھوپڑی میں جادوگر کی ساری طاقت تھی۔ جوئی بابائے ناگ
سے کہا تھا کہ اگر وہ کسی طریقے سے اس کھوپڑی کو دو ٹکڑے کر دے۔
تو جادوگر بن مانس کا آسیب ٹوٹ جائے گا۔ غبر اور مار یا پھر سے نقصان
ہی جائیں گے۔

ناگ سانپ کے روپ میں اس خفیہ راستے کے ذریعے تہ خانے کی
طقت پر رات تھا۔ مہنگ میں آگے جا کر پانی آگیا۔ ناگ دیوار پر چڑھ کر
ریگنے لگا۔ پانی بڑھتا چلا گیا۔ پھر ایسا شہ سنا تو دیا بیٹھے پانی کسی نہ کسی
پتھر پر گر رہا ہے۔ ناگ چونکہ سانپ کی شکل میں تھا۔ اس لیے وہ پتھر
میں بھی دیکھ سکتا تھا۔ کیونکہ سانپ اندھیرے میں دیکھ یا کہتے ہیں۔ ناگ

پیرامہر صندوق

قبر میں آیا تو

آتش نشان پھٹ پڑا۔

تاہر ت کھل گیا۔

و قبر نما انسان

نے دیکھا کہ مرنے کا پانی ایک جگہ پانچ فٹ نیچے ایک باولی میں پتھر والی پر
گر رہا ہے اور اس سے بڑا شور پیدا ہو رہا ہے۔ یہ جگہ اتنی تنگ تھی کہ
وہاں سے کوئی انسان نہیں گزر سکتا تھا۔

ناگ چھت کے ساتھ چٹ گیا اور آہستہ آہستہ آگے رینگتا باولی سے
آگے نکل گیا۔ آگے چھت نیچے کو جانے لگی۔ ناگ بھی چھت کی ڈھلان
کے ساتھ ساتھ نیچے آگیا۔ چھت کا کنارہ ایک دروازے پر جا کر ختم
ہو گیا۔ پانی کا بہاؤ یہاں سے دوسری طرف مڑ گیا تھا۔ خدا جانے یہ
پانی آگے جا کر کہاں گرتا تھا۔

یہ بہت ہی پُرانا اور بڑا مضبوط دروازہ تھا۔ جس کے دونوں پیش
آدھے آدھے زمین میں دھنسے ہوئے تھے۔ ناگ انسان کی شکل میں یہاں
زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ کیونکہ یہاں آکسیجن بہت ہی کم تھی
اور کوئی انسان دو تین منٹ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ کیونکہ ریس
کم سے کم آکسیجن میں بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ اس لیے ناگ کو کوئی تحلیف
نہیں ہو رہی تھی۔

اس نے زمین میں دھنسے ہوئے دروازے کے اوپر رینگ کر دیکھا
کہ کہیں سے اندر جانے کو کوئی راستہ ہے کہ نہیں۔ دروازے پر
رنک کی موٹی تر چڑھی ہوئی تھی۔ ناگ ابھی اندر جانے کی کوئی ترکیب
تکاش ہی کر رہا تھا کہ اسے پانی میں شرپ شرپ کی آواز آئی، جیسے کوئی
پانی میں چلا آ رہا ہو۔ ناگ دروازے سے نیچے اتر آیا اور چھت کے ساتھ

چمٹ گیا۔ اس نے دیکھا کہ جادوگر پانی کا ریل ایک چھوٹی ندی کی طرح بہ رہا
اور اسے ایک چھوٹی سی کشتی چلی آ رہی تھی۔ ناگ چھت کے کونے میں چھپا
خوشے دیکھنے لگا۔

اس کشتی میں بن مانس جادوگر بیٹھا چھو چلاتا آ رہا تھا۔ دروازے کے
قریب آ کر وہ کشتی سے اتر گیا۔ اس کا سر چھت کو چھو رہا تھا۔ دھلان کہ
وہ جھک کر مرنے میں چل رہا تھا۔ اس نے دروازے میں ایک جگہ ہاتھ
ڈال کر کسی شے کو باہر کھینچا۔ بند دروازے میں ایک جگہ سے کھڑکی کھل گئی
بن مانس جادوگر اس کے اندر داخل ہو گیا۔

ناگ نے بھی بڑی پھرتی دکھائی اور چھت پر سے اتر کر اندر سے
ہی وہ بھی کھڑکی کے اندر چلا گیا۔ بن مانس جادوگر کو خبر نہ ہو سکی۔
بن مانس جادوگر نے دوسری طرف آ کر کھڑکی بند کر دی۔ یہاں بھی اندر
تھا۔ ناگ نے اندر سے میں دیکھا کہ دونوں جانب دیوار میں اینٹوں کی جگہ
بن مانسوں کی کھوپڑیاں چھنی ہوئی ہیں۔ گویا یہ کھوپڑیوں کی دیوار تھی۔
بن مانس جادوگر جھکا جھکا آگے بڑھتا چلا گیا۔ آگے ایک تہ خانہ آگیا۔
یہاں کونے میں قوس کے تابوت کے سائز کا ایک صندوق پڑا تھا۔

ناگ فوراً سمجھ گیا کہ یہی وہ صندوق ہے۔ جس کے اندر مردے کی
کھوپڑی ہے اور جیسے توڑنے سے بن مانس جادوگر کے جادو کی طاقت ختم
ہو جائے گی۔ وہ دیوار کے ساتھ رگا اندر سے میں آہستہ آہستہ آگے رینگ
رہا تھا۔ اچانک بن مانس جادوگر چلتے چلتے رک گیا۔ اس نے گھوم کر

اپنے پیچھے دیکھا۔ پھر اپنے چوڑے نکتے چھو کو دو تین بار زور زور سے سانس دیا۔ شاید اسے شک پڑی تھا کہ تہ خانے میں کوئی اور بھی موجود ہے۔ لیکن وہ ناگ کو نہ دیکھ سکا۔

نکتے چھو پھا کر ٹیکڑے ہوئے بن مانس صندوق کی طرف آگیا۔ دوست کے صندوق کے اوپر ایک بڑی موم بتی رکھی تھی۔ بن مانس جادو کرنے موم بتی کو دوپتہ لگا کر روشن کیا۔ اس کی ہلکی روشنی تہ خانے میں پھیل گئی۔ ناگ کو خطرہ لگا کہ کہیں بن مانس جادو گر اسے دیکھ نہ لے۔ اس دیوار میں بھی بن مانس کی کھوپڑیاں لگی ہوئی تھیں۔

ناگ ایک کھوپڑی کے اندر جا کر چپ گیا اور کھوپڑی کی آنکھ میں سے مزہ مار نکالے دیکھنے لگا۔ بن مانس جادو کرنے موم بتی اٹھا کر ایک پتھر پر رکھی اور موم بتی کے پر اسرار صندوق کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے دونوں بازو اٹھا کر سر کے اوپر کر لیے اور حلق سے عجیب عجیب قسم کی آوازیں نکالتے لگا۔ ناگ کھوپڑی کے اندر بیٹھا یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ بن مانس جادو گر ایک دم خاموش ہو گیا اور گردن جھکا کر پراسرار صندوق کو غور سے دیکھنے لگا۔

صندوق آہستہ آہستہ ہلنے لگا۔ پھر اس کا اٹھنا کھل گیا۔ اس کے اندر سے تیز روشنی باہر نکل اور ایک انسانی کھوپڑی اپنے آپ ہوا میں بند ہو کر بن مانس کی طرف منہ کر کے کھڑی ہو گئی۔ بن مانس نے کھوپڑی کے سر پر پیاری سی باتھ رکھا اور پھر وہ باتھ اپنے سر پر رکھ کر حلق سے ایک جھیاٹک چیخ کی

آواز نکالی۔ ایک بار تو ناگ بھی دیوار کی کھوپڑی میں بیٹھا بیٹھا کانپ گیا۔ مگر جنت نندا جانے یہ عجیب و غریب بن مانس جادو گر کس قسم کا جادو گر تھا۔ پھر کھوپڑی میں سے ایک انسان کی معننی سی آواز نکلی۔ آواز کسی ایسے انسان کی لگتی تھی جو کسی گھر سے کونوں کے اندر سے بول رہا ہو اور بڑی تحلیف میں ہو۔ اس آواز کے الفاظ کوئی نہیں سمجھ سکتے تھے۔ صرف آواز ہی آواز تھی، مگر ناگ اس آواز کے معنی سمجھ گیا۔ وہ آواز بن مانس کو خبردار کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی:

"ہوشیار! تمہارا انجام قریب ہے۔ اس تہ خانے میں تمہارا قاتل پہنچ گیا ہے۔"

بن مانس جادو گر چونک پڑا۔ اس نے اٹھ کر چاروں طرف دیکھا۔ پھر غراتا ہوا کھوپڑی کی طرف دیکھ کر بولا:

"کہاں ہے میرا قاتل؟ کون ہے میرا قاتل؟ یہاں تک تو کوئی انسان نہیں پہنچ سکتا۔"

کھوپڑی کی معننی آواز پھر سنائی دی:

"وہ اسی تہ خانے میں ہے۔ مجھے اس کے سانس لینے کی آواز آ رہی ہے۔ مجھے اس کی بڑ آ رہی ہے۔"

بن مانس جادو گر نے چھت کی طرف منہ کر کے چھونک ماری۔ اس کے منہ سے آگ کا شعلہ نکل کر چھت سے ٹکرایا۔

"کہاں ہے میرا دشمن۔ میں اسے خاک سیاہ کر دوں گا۔"

تھا۔ موم بتی کی روشنی میں اس کی سرخ آنکھیں نیکیوں کی طرح چمکنے لگیں۔ اس کی چمک بن مانس کی آنکھوں میں پڑی تو وہ وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ اس نے ناگ کو دیکھ لیا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہی اس کا دشمن ہے۔

بن مانس نے موم بتی پتھر پر رکھ دی اور سانپ کو گردن سے پکڑ کر کچلنے کے لیے آگے بڑھا۔ ناگ بھی ہوشیار ہو چکا تھا۔ وہ ایک کھوپڑی سے نکل کر دوسری کھوپڑی میں چلا گیا اور پھر وہاں سے نکل کر اس نے ایک گہرا سانس یا اور ایک مگر ٹی بن کر دیوار کے ساتھ چپٹ گیا۔ بن مانس نے تہ خانے کا کونا کونا چھان مارا مگر سانپ اسے کہیں دکھائی نہ دیا۔

ناگ مگر ٹی بنا تہ خانے کی دیوار سے چپٹا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بن مانس کو کس طرح سے ہلاک کرے کیونکہ اسے ہلاک کیے بغیر ناگ صندوق والی کھوپڑی کو نہیں توڑ سکتا تھا اور بن مانس کو ہلاک کرنا بہت مشکل تھا کیونکہ اس نے اپنے ارد گرد فوراً جادو کی ایک گول شیشے کی دیوار بنالی تھی جس کے اندر کوئی شے داخل نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ گول جادو کی دیوار سوائے سانپ کے کسی کو دکھائی نہیں دے سکتی تھی۔

ناگ نے فیصلہ کیا کہ وہ بن مانس کو ہلاک کرنے کا خیال دل سے نکال کر صندوق کے اندر رکھی کھوپڑی کو توڑنے کی کوشش کرے تاکہ بن مانس کا جادو ٹوٹ جائے اور اس کے گرد شیشے کی اٹھی ہوئی گول دیوار اپنے آپ

کھوپڑی سے کھلے :
ہیں اسے دیکھ نہیں سکتی۔ اس کی بوسوگھ سکتی ہوں۔ وہ انسان کی شکل میں نہیں ہے۔
بن مانس نے زور سے زمین پر لات ماری۔ تہ خانے میں جیسے بھر پھال سا آگیا۔

”کیا وہ کوئی مجھ سے بھی بڑا جادوگر ہے؟“
کھوپڑی بولی:

”ہاں ہاں“ میں ایک ہزار سال پرانی کھوپڑی ہوں۔ وہ مجھ سے بھی زیادہ پرانا ہے۔ وہ پانچ ہزار سال سے زندہ ہے۔
اب تو بن مانس بڑا گھبراہٹا، کیونکہ اس کا مقابلہ ایک ایسے شخص سے تھا جو اس سے پانچ ہزار سال پہلے کا تھا اور جادو کے زور سے ابھی تک زندہ چلا آ رہا تھا۔

بن مانس نے گہرا کر کھوپڑی کو حکم دیا :
”فوراٰ صندوق کے اندر چھپ جاؤ۔“

کھوپڑی بڑی خاموشی سے نیچے کو جھکی اور آہستہ آہستہ نیچے صندوق میں اتر گئی۔ اس کے غائب ہوتے ہی صندوق کا ڈھکن اپنے آپ بند ہو گیا۔

بن مانس جادو کرنے موم بتی اٹھا کر تہ خانے میں اپنے دشمن کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ ناگ دیوار میں لگی ہوئی ایک کھوپڑی کے اندر چھپا بیٹھا

غائب ہو جاتے۔ پھر وہ بن مانس کو ہلاک کر سکے گا۔ اب سوال یہ تھا کہ
لوہے کا صندوق بند تھا۔ اس کے اندر کس طرح سے داخل ہوا جیسے بن
بن مانس جادوگر پاگلوں کی طرح تہہ فلانے میں ناگ کو ڈھونڈ رہا تھا۔

— ناگ مگر ہی بنا اوپر چھت کے قریب دیوار سے چپا ہوا
تھا۔ بن مانس تلاش کرتے کرتے تھک گیا تھا۔ وہ تہہ فلانے میں بیٹھ
گیا۔ اس کا سانس تیز دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ پھر وہ اٹھا اور
دروازے کی کڑکی کھول کر باہر نکل گیا۔ اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اس
کے جاتے ہی ناگ دیوار سے نیچے آ گیا۔ فرش پر آتے ہی اس نے سانپ
کی شکل اختیار کر لی اور صندوق کو غور سے دیکھنے لگا۔

ناگ نے انسانی شکل میں آ کر صندوق کو کھولنے کی ترکیب پر غور
کیا۔ ایک ترکیب اس کے دماغ میں آگئی تھی۔ ناگ کا دم گھٹنے لگا۔ وہ
فوراً ہی ایک بہت ذہیل اور خوفناک سانپ بن گیا۔ اس سانپ میں یہ
ایک خاص بات تھی کہ اس کا سانس بے حد گرم تھا اور جب وہ پھونک مارتا
تو پتھر بھی گرم ہو کر گھل جلتے تھے۔

ناگ ذہیل آتشیں سانپ بنتے ہی صندوق کے پاس آ گیا۔ اس نے
اپنا پھن پھیلا رکھا تھا۔ اپنا منہ صندوق کے اوپر لاکر ناگ نے زور سے
پھنکار ماری۔ اس کے منہ سے آگ کا شعلہ نکل کر صندوق سے ٹکرایا۔
اس شعلے کا رنگ نیلا تھا۔ شعلہ صندوق کے لوہے سے ٹکرایا تو ایک
دھماکے کی آواز بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی صندوق پھل کر چھوڑ کر

ہو گیا۔ ہزاروں دھڑکے کی کھوپڑی باہر نکل کر ہوا میں ٹپک گئی اور جیسے
گئی۔ اس کے منہ سے بڑی ڈرا دینے والی آوازیں نکل رہی تھیں۔

ناگ ایک دم سانپ کی شکل سے انسانی شکل میں آ گیا۔ اس نے
آگے بڑھ کر کھوپڑی کو پکڑ کر دبوچ لیا۔ پھر اسے فرش پر رکھ کر اس
کے سر پر زور سے مکا مارا۔ کھوپڑی ایک دھماکے کی آواز کے ساتھ ٹکڑے
ہو کر ٹوٹ گئی۔ کھوپڑی کے ٹوٹتے ہی تہہ فلانے میں چھوٹی کی آوازیں بلند
ہوئیں۔ بڑی تیز آندھی آگئی۔ ناگ اڑ کر دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔
تہہ فلانے کا دروازہ ٹوٹ کر گر پڑا اور اس کے پیچھے سے غور مچا تا غارت
پھینچتا چلا تا بن مانس جادوگر اندر آ گیا۔ اس کی گردن آدھی کٹی ہوئی تھی۔
اور اس میں سے خون کے فوارے پھوٹ رہے تھے۔ خدا جانے ایک ٹھہری
کیسے اور کہاں سے آ کر اس کی گردن میں کھپ گئی تھی۔

بن مانس جادوگر کا جادو ختم ہو چکا تھا۔ مگر اس کی طاقت ویسی
ہی تھی۔ اس نے اپنے دشمن ناگ کو انسانی شکل میں دیکھا تو ایک ڈرا
دینے والی آواز نکال کر اس کا حملہ کر دیا۔ ناگ بھی پوکس ہو چکا تھا۔
اس نے پھر فوراً سانپ کا روپ بدل لیا اور بن مانس کی طرف بڑھا۔
بن مانس نے سانپ کو اپنے تیز ناکھنوں والے پنجوں سے دبوچ لینا چاہا،
مگر سانپ کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ سانپ اپنا پھن اٹھائے ہزار
تھا۔ جون ہی بن مانس نے اسے پکڑ کر ہلاک کرنے کی کوشش کی
سانپ نے ایک پھنکار ماری۔ یہ پھنکار نیلی آگ کی پھنکار تھی۔ اس

آگ میں اس قدر گرمی اور پیش تھی کہ دیکھتے دیکھتے بن مانس کے سارے جسم کو آگ لگ گئی۔ اس کا جسم دھماکوں کے ساتھ پھٹنے لگا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تہ خانے میں جل جھن کر ختم ہو گیا۔

بن مانس جادوگر کا جادو ختم ہو چکا تھا۔ تہ خانے کا دروازہ بھی ٹوٹ چکا تھا۔ ناگ اب اوپر محل میں جا کر ماریا اور عنبہ کی خبر لینا چاہتا تھا۔ وہ تہ خانے سے سانپ کی شکل میں باہر نکل کر سرنگ کے اندھیرے راستے میں باہر کی طرف ریگنے لگا۔

پاکل تم نے خواب نہیں دیکھا۔ ہم دونوں سچ مچ جادو کے زور سے پتھر کے بت بنا دیے گئے تھے۔ خدا جلنے کس نے ہمارے جادو کو ختم کر کے ہمیں پھر سے انسان بنا دیا۔ اتنے میں ناگ کی تیز بوجھوس ہوئی۔ پھر ناگ انسانی شکل میں سامنے آکر بولا:

میں نے کھوپڑی توڑ کر جادو کا اثر ختم کیا اور تم دونوں کو پتھر سے انسان بنایا ہے۔

”ناگ بھائی۔ ماریا خوشی سے چلائی۔

عنبہ نے بڑھ کر ناگ کو گلے لگا لیا۔

”ایک مدت بعد تمہیں دیکھ کر دل کو بے حد خوشی ہوتی ہے۔ خدا کی قسم ہم تو تمہاری صورت کو ترس گئے ہیں۔“

ناگ نے کہا:

”میں بھی ماریا بہن اور تمہارے لیے سخت بے تاب تھا، لیکن اپنی اپنی کہانی کسی فرصت کے وقت بیٹھ کر سنائیں گے۔ اس وقت ہمیں یہاں سے نکلنا چاہیے۔ کیونکہ یہ جگہ میرے اور ماریا کے لیے بڑی خطرناک ہے۔ بن مانسوں کے جادوگر کو میں نے ختم کر دیا ہے۔ اب دوسرے بن مانس ہم پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اس لیے جتنی جلدی ہو سکے

باہر آتے ہی اس نے تازہ ہوا میں لمبا سانس لیا اور محل کی دیوار پر سے ہو کر اوپر محل کی چھت پر آ گیا۔ یہاں سے وہ کنویں کے اندر اتر گیا تاکہ بڑے بال کمرے میں پہنچ کر عنبہ اور ماریا سے ملاقات کر سکے۔

ادھر ماریا اور عنبہ کے ساتھ یہ ہوا کہ جوں ہی بن مانس جادوگر کا جادو ختم ہوا، عنبہ ایک دم پتھر سے پھر انسان بن گیا۔ اس نے انسان بننے ہی پلٹ کر ماریا کی طرف دیکھا تو اس کا بت اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا۔ عنبہ سمجھ گیا کہ وہ جادو کے اثر سے نکل کر پھر سے انسان کی شکل میں آکر فانی ہو چکی ہے۔ اس کو ماریا کی خوشبو بھی آنے لگی تھی اس نے آواز دے کر ماریا کو بلایا۔

”ماریا تم موجود ہونا۔“

”ہاں عنبہ، میں تمہارے پاس کھڑی ہوں۔ ات میرے خدا، اکتا

یہاں سے نکل چلو۔

ماریا، عبیز اور ناگ بڑے نال کمرے سے نکل کر باہر کو بھاگے تو برآمدے سے نکل کر کیا دیکھتے ہیں کہ محل میں چاروں طرف سے بن مانس ہی بن مانس دانت کچکھاتے، پیچھنیں مارتے اپنے بن مانس بادشاہ کے ساتھ ساتھ عبیز اور ناگ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ماریا کو تو وہ دیکھ ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ بن مانس جادوگر کے مہ جہانے سے بن مانس بادشاہ کی جادو کی طاقت بھی ختم ہو گئی تھی اور ان کے لیے بھی ماریا اب غائب تھی۔ ناگ نے عبیز سے کہا:

"میں پرندہ بن کر باہر جاتا ہوں۔ تم بھی ان درندوں سے نکل کر محل سے باہر نکل آؤ۔ ماریا، ہم تمہارا محل سے دور جنگل والی ندی پر انتظار کریں گے۔"

اتنے میں بن مانس ان کے ارد گرد آگئے اور انہوں نے حملہ کر دیا۔ وہ عبیز اور ناگ کی بڑی پسلی ایک کر دینا چاہتے تھے۔ ناگ فوراً پرندہ بن کر پھڑپھڑاتا ہوا اڑ گیا۔ ماریا بن مانس کے گھر سے نکل کر باہر کو بھاگی۔ عبیز کو ایک بن مانس نے اٹھا کر زور سے اچھال دیا۔ عبیز قلعہ بازیاب کھاتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ وہ فوراً اٹھا اور باہر کو لپکا۔ وہ ان بن مانس کو مارنا نہیں چاہتا تھا، کیونکہ وہ انہیں ہلاک کیے بغیر بھی باہر جاسکتا تھا۔ بن مانس اس پر ٹوٹ پڑے۔

عبیز نے ایک بن مانس کو دم سے پکڑ کر اتنے زور سے گھمایا کہ

بن مانس چکرا کر گھومتا ہوا دوسرے بن مانسوں پر گرا اور اس کی دم کٹ کر عبیز کے ماتھ میں رہ گئی۔ عبیز دروازے کی طرف بھاگا۔ بن مانس اس کی غیر معمولی طاقت کو دیکھ کر حیران سے ہو گئے تھے۔ وہ ایک طرف کھڑے ٹکٹکی باندھے عبیز کو تک رہے تھے۔ عبیز محل میں سے باہر نکل گیا۔

بن مانس چنچتے شور مچاتے اس کے پیچھے بھاگے، مگر وہ عبیز کا مقام نہیں کر سکتے تھے۔ محل کے باہر نائیل کے درختوں کے جھنڈ پھیلے ہوئے تھے۔ عبیز ان درختوں میں گم ہو گیا۔ بن مانس جنگل میں پھیل گئے۔ عبیز درختوں میں سے ہوتا سیدھا اس ندی پر پہنچ گیا جہاں ناگ نے پہنچنے کے لیے کہا تھا۔

ندی کا کنارہ ویران تھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اتنے میں ناگ آگیا۔ اس نے آتے ہی ماریا کا پوچھا۔ عبیز نے کہا: "وہ ابھی تک نہیں آئی۔ کہیں راستہ نہ بھول گئی ہو۔" پھر عبیز نے ماریا کو آوازیں دینا شروع کیں۔ کسی طرف سے ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ ناگ نے کہا:

"آؤ، یہاں سے تھوڑے فاصلے پر جوگی بابا کی جھونپڑی ہے، وہاں چلتے ہیں۔" ماریا ابھی راستے میں ہوگی۔ اپنے آپ پہنچ جائے گی۔ ناگ نے عبیز کو ساتھ لیا اور جوگی بابا کے پاس آگیا۔ اس نے جوگی بابا سے عبیز کا تعارف کروایا تو جوگی بابا نے مسکرا کر کہا:

"اور تمہاری بہن ماریا کہاں ہے؟"
ناگ نے کہا:

"کیا آپ میری بہن ماریا کو جانتے ہیں؟"
جوگی بابا بولا:

"بیٹا، میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کسی کو نظر نہیں آتی اور یہ بھی جانتا ہوں کہ عجزم نہیں سکتا اور تم تینوں دوست پانچ ہزار سال کا واپسی کا سفر کر رہے ہو اور تمہیں پانچ ہزار سال پیچھے مہر کے ملک میں جانا ہے۔"

ناگ اور عجزم دنگ رہ گئے۔ عجزم نے جوگی بابا کے ہاتھ تھام لیے اور کہا۔

"جوگی بابا، آپ تو سب کچھ جانتے ہیں۔ اب ہمیں یہ بتائیے کہ ماریا کہاں ہے۔ وہ ابھی تک کیوں نہیں آئی۔ کیسے وہ جنگل میں راستہ تو نہیں چھو گئی۔"

جوگی بابا نے آنکھیں بند کر لیں اور کہا:

"میں ابھی دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

جوگی بابا آنکھیں بند کر کے خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر تک وہ اسی طرح

بیٹھا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں کھولیں۔ عجزم اور ناگ کو دیکھا اور کہا۔
"بیٹا، یہاں میرا علم بھی جواب دے گیا ہے۔ مجھے ماریا اس جنگل میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔"

ناگ اور عجزم یہ سن کر پریشان ہو گئے۔ ناگ نے کہا:
"بابا خدا کے لیے ماریا کے بارے میں کچھ بتائیں۔ اس کے بغیر ہم آگے سفر نہیں کر سکیں گے۔"

عجزم بولا:

"کیسے اسے بن مانس تو پکڑ کر نہیں لے گئے؟"
جوگی بابا نے کہا:

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن ایک بات ہے کہ ماریا کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ پھر اسے بن مانس کیسے اٹھا کر لے جا سکیں گے۔"
عجزم نے کہا:

"یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے، مگر ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ بن مانس بادشاہ کے پاس غیبی چیزیں دیکھنے کا جادو ہو۔"

جوگی بابا نے جواب دیا:

"نہیں بیٹا، ہزار برس پرانے مردے کی کھوپڑی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے سے اب بن مانس بادشاہ کے پاس جادو کی طاقت کبھی واپس نہیں آ سکتی۔"

ناگ بولا:

"پھر ہم ماریا کو کہاں تلاش کریں گے بابا؟"

اس کا جوگی بابا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش ہو کر درختوں کو دیکھنے لگا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ درختوں پر تقدیر کا لکھا پڑا

معزز قارئین آپ سے التماس ہے www.freelibrary4u.com پر آپ حضرات کے لیے مسلسل اچھی اچھی کتب فراہم کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں جس کے لیے وقت اور رقم دونوں صرف ہوتے ہیں جس کی غرض سے ہماری اس ویب سائٹ کچھ سپانسر اشتہارات لگائے گئے ہیں جب ویب سائٹ وزٹرز ان اشتہارات میں سے کسی اشتہار پر کلک کرتے ہیں تو ویب سائٹ کو تھوڑی سی آمدن حاصل ہوتی ہے، یہ آمدن ویب سائٹ کے اخراجات کو برداشت کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اپنے Mozilla Firefox یا Google Chrome کی Adblocker Extension کو Pause کر دیں یا صرف ہماری ویب سائٹ کے لیے Pause کر دیں۔ نیچے نظر آنے والی تصویر میں دکھایا گیا ہے کہ Adblocker کے Pause ہونے یا انسٹال نہ ہونے کی صورت میں اشتہارات **Green Box** والی جگہ پر ظاہر ہوں گے۔

[DMCA](#) [How To Download](#) [Report Broken Links](#)











[Home](#)
[Islamic Books](#)
[Uqbari](#)
[Urdu Digests](#)
[Urdu Novels](#)
[Imran Series](#)
[Cooking Magazines](#)
[Kids Corner](#)
[Our Blog](#)

Shuaa Digest February 2017

Shuaa Digest, Urdu Digests Edit







Like Our Page



Entertainment Zone F...

4,035 likes

Like Page Share

Be the first of your friends to like this








Most Viewed

Namal Novel Complete by Nimra Ahmad

Sarab Novel Complete by Kashif Zubair

click here

to visit website



سب سے — پھر اس نے ایک آہ بھر کر کہا :

”میرے بچے کو بچے یوں لگتا ہے کہ ہولی ہو کر رہی — قسمت میں جو لکھا تھا وہ ہو گیا — ماریا کسی بیماری مشکل میں پھنس گئی ہے اور تم اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے —“

اسنا سن کر ناگ اور عہنہ زیادہ پریشان ہو گئے۔ ناگ نے کہا :
”میں ابھی جا کر ماریا کو جنگل میں تلاش کرتا ہوں —“
عہنہ نے کہا :

”میں اسے بن مانسوں کے محل میں جا کر دیکھتا ہوں — میں بن مانسوں کے بادشاہ کے ٹکڑے اُٹا دوں گا —“

جوگی بابا نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور کہا :

”میرے بچے، غصہ حرام ہے۔ انسان غصے میں عقل کھو بیٹھا ہے۔ تم

اگر ساری زندگی بھی ان بن مانسوں کا مقابلہ کرتے رہو تو کامیاب نہ ہو گے۔ دس مہینے گئے، بیس اور کہیں سے آ جائیں گے۔ اس جنگل پر کوئی بیماری مصیبت آنے والی ہے۔ میں خود اس جزیرے کو چھوڑ کر جانے والا ہوں اور میں تم کو یہی نصیحت کروں گا کہ جتنی جلدی ہو سکے اس جزیرے

سے ہندوستان کے ملک کی طرف نکل جاؤ۔ ہندوستان کا ساحل یہاں سے پنجاس میل شمال کی طرف ہے۔ تم دریائے کاویری اور کرشنا کے درمیان چلے جاؤ، وہاں اس وقت سلطان ٹیپو کی حکومت ہے اور وہ انگریزوں سے جنگ کرنے والا ہے۔ ہو سکتا ہے وہاں تمہاری ملاقات ماریا سے ہو جائے۔“

ناگ اور عہنہ جوگی بابا کا منہ سمجھنے لگے۔

”بابا، ہم ماریا کے بغیر یہاں سے کیسے جا سکتے ہیں۔“

”بیٹا، میں آنے والی تباہی کو دیکھ رہا ہوں۔ میں بہت کچھ دیکھ رہا ہوں۔“

میں نے اس جنگل میں ساری زندگی خدا کی عبادت کی ہے۔ میری آنکھیں ان واقعات کو دیکھ لیتی ہے جو ابھی ہونے والے ہوتے ہیں۔ تجویزی ہو سکے یہاں سے نکل جاؤ۔ ایک بات میں تمہیں بتانے دیتا ہوں کہ ماریا زندہ سلامت رہے گی۔ اب جاؤ اس ندی کے ساتھ ساتھ۔ خدا حافظ ہے۔ اتفاقاً کہ جوگی بابا اٹھا۔ اپنا بوریا بستر پیٹ کر قبل میں رہا اور جنگل میں چلا گیا۔ ناگ نے عہنہ سے کہا :

”میرا خیال ہے ہمیں جوگی بابا کی نصیحت پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ بُرا

نیک بزدل ہے۔ اس کی ہدایت پر عمل کر کے ہی میں تمہارا جادو توڑنے میں

کامیاب ہوا ہوں، آؤ یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔ انشاء اللہ ماریا بھی کاویری

اور کرشنا کے درمیان والی وادی میں ملے گی۔ مجھے جوگی بابا کی باتوں پر

یقین ہے۔“

”جیسے تمہاری مرضی میرے دوست۔“

عہنہ نے یہ کہا اور ناگ کے ساتھ ندی کے کنارے گناہے جنوب

کی طرف روانہ ہو گیا۔

قبر میں آجاؤ

ماریا کہاں گم ہو گئی؟

تاگ اور عینہ کو ہم ندی پر ہی چھوڑتے ہیں اور اچھے چل کر پتا کرتے ہیں کہ ماریا پر کیا گزری اور وہ کہاں گم ہو گئی؟

جس وقت تاگ پرندہ بن کر بن مانس بادشاہ کے محل سے اڑا اسی کے بعد ماریا بھی بن مانسوں کے گھر سے اس سے نکل کر محل کے بڑے دروازے کی طرف آگئی۔ چونکہ وہ غائب تھی اور اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس لیے وہ بڑی آسانی کے ساتھ محل کی بیسی پورسی میٹر سیال اتر کر محل میں سے باہر نکل آئی اور جنگل میں ندی کی طرف روانہ ہو گئی۔ کیونکہ تاگ نے ندی پر سب کو ملنے کے لیے کہا تھا۔

ماریا جنگل میں جس جگہ سے گزر رہی تھی۔ وہاں بگ بگ ٹوٹے ہوئے درخت گرے پڑے تھے اور خالی جگہوں پر چوڑے پتوں والی چٹائیاں اُلگی ہوئی تھیں۔ ماریا جنگل میں چلتی چلی گئی۔ وہ اپنی جگہ کے حساب سے ندی کی طرف چل جا رہی تھی لیکن اصل میں وہ جنگل کی تھی اور راستہ بھول کر جنگل کے اس علاقے میں داخل ہو گئی جہاں زمین پر قبریں بنی ہوئی تھیں۔

مگر یہ قبریں ٹوٹی پھوٹی ہوئی تھیں اور ان پر جو کچھ یعنی پتھر لگے تھے وہ گرے پڑے تھے۔ ماریا نے خیال کیا کہ یہ کسی زمانے میں قبرستان ہو گا۔ وہ آگے بڑھتی گئی۔ اب اسے بھی احساس ہونے لگا کہ وہ راستہ بھول گئی ہے۔ کیونکہ اب تک اسے ندی پر پہنچ جانا چاہیے تھا اس نے ہوا میں مانس لے کر سونگھا۔ ہوا میں ندی کے پانی کی کہیں بھی خوشبو نہیں تھی بلکہ اسے مردوں کے کفن کی بو آتی۔ اس نے سر ہٹک کر دوبارہ ہوا کو سونگھا۔

ہوا میں مردوں کے کفن پر چھڑکے گئے تازہ مشک کا قدر کی بو بچی ہوئی تھی۔ ماریا بڑی پریشان ہوئی کہ یہ مردے کی تازہ بو کہاں سے آرہی ہے جبکہ وہاں جو قبریں تھیں۔ وہ کئی سال پرانی تھیں۔

وہ قبروں میں سے نکل کر ایک کھلی جگہ میں آگئی۔ یہاں کی نفٹ بڑی پُرا سہار اور خاموش تھی۔ آسمان پر بادل ہونے کی وجہ سے روشنی زیادہ نہیں ملتی۔ ہوا بھی نہیں چل رہی تھی۔

ماریا ایک عجیب رنگ کر دیکھنے لگی کہ ندی کی طرف کوئی سا رہا جاتا ہے۔ اسے اس علاقے کی کچھ خبر نہیں تھی۔ صورت آنا معلوم تھا کہ جنگل میں سے ایک راستہ ندی کو جاتا ہے اور وہ یہ راستہ کھو بیٹھی تھی۔ ماریا ایک طرف درختوں کے درجوں سے نکال پانی کی لکیر سی چلتی نظر آئی۔ اس نے سوچا کہ یہی وہ ندی ہے جہاں تاگ اور عینہ اس کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

ماریا نے سوچا کہ یہ مزدور اس کا دھم ہوگا۔ مگر نہ یہاں سانس لینے کی کس کی آواز آ سکتی ہے۔ یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ جاہلی تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے ندی پر پہنچ جائے تاکہ جہنم اور ناک سے مل سکے۔

وہ تیز تیز چلنے لگی۔ ایک درخت کے نیچے سے گزرتے ہوئے اس کے پاؤں کو ٹھوکر لگی اور وہ منہ کے بل ایک گہرے گڑھے میں گر پڑی۔ وہ گرتے ہی اٹھی اور دیکھا کہ وہ ایک کافی گہرے گڑھے میں گیلی گھاس کے گٹھے کے اوپر گر رہی ہے۔ باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ گڑھے کی گیلی گول دیوار بالکل سیدھی تھی اور وہ اوپر نہیں چڑھ سکتی تھی۔ کیا کسی نے یہ گڑھا اس کے لیے کھودا تھا تاکہ وہ اس میں پھنس جائے؟ اس نے سوچا۔ پھر اسے خیال آیا کہ شاید یہ گڑھا جنگلی لوگوں نے پیر یا ماتھی کو پھانسنے کے لیے کھود رکھا ہو۔

لیکن اس جنگل میں تو اسے نہ کوئی ماتھی نظر آیا تھا اور نہ ہی کوئی جنگلی اب تک نظر آیا تھا۔ ماریا گھاس کے گٹھے پر سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ اور سوچنے لگی کہ اب وہاں سے کیسے نکلے۔ گڑھے کے اوپر آسمان بادلوں سے بھرا ہوا تھا اور بارش کی بوندیں درخت کی شاخوں سے ٹپک کر اس پر گر رہی تھیں۔ گڑھے میں روشنی بہت کم آ رہی تھی اور ہلکا ہلکا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ماریا نے اٹھ کر گڑھے کی دیوار کو دیکھا۔ دیوار کچی تھی اور اس میں کہیں کہیں سے درختوں کی

وہ تیزی سے اس طرف چلی۔ جوں جوں وہ آگے بڑھ رہی تھی وہ پانی کی چمکتی لکیر بھی پیچھے ہٹتی جا رہی تھی۔ ماریا سخت الجھن میں پھنس گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس طرف جائے، کس طرف نہ جائے۔ اتنے میں بادل گر جا اور بوندا باندی شروع ہو گئی۔ ماریا ایک گھنے درخت کے نیچے آکر کھڑی ہو گئی تاکہ وہ بارش سے بچ سکے۔

بارش زیادہ تیز نہیں ہو رہی تھی۔ بس بوندا باندی تھی۔ ماریا کچھ دیر رکنے کے بعد پھر آگے روانہ ہوئی۔ اب اس نے دیکھا کہ پانی کی لکیر خائب ہو چکی تھی۔ خدا جانے وہ پانی کی لکیر تھی کہ کیا آسیب تھا۔ ماریا جنگل میں راستہ بھول چکی تھی۔ درختوں میں سے بارش کا پانی ٹپا ٹپ کر رہا تھا۔ ماریا آگے چلی جا رہی تھی۔ بادل بڑھی زور دار آواز کے ساتھ گر جا۔ ماریا رک کر ایک درخت کے نیچے ہو گئی۔ اس کا خیال تھا کہ کہیں ضرور بجلی گر رہی ہے۔

بادلوں کی کڑک سے سارا جنگل دیر تک گونجتا رہا۔ ماریا خدا کا نام لے کر دوبارہ اپنے نامعلوم سفر پر روانہ ہوئی۔ ابھی وہ درخت سے تھوڑی ہی دور گئی ہوگی کہ اسے کسی کے گہرے گڑھے سے زوردار سانس لینے کی آواز آئی۔ آواز ایسی تھی جیسے کوئی تکلیف میں سانس لے رہا ہو۔ ماریا نے چونک کر اس طرف دیکھا جس طرف سے یہ آواز آئی تھی۔ ادھر کوئی بھی نہیں تھا۔ درخت ہی درخت تھے، جن میں بارش کی بوندیں لگاتار گر رہی تھیں۔

مٹریں باہر کو نکلی ہوتی تھیں۔

ماریا نے یونہی ایک جڑ کی شاخ کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو وہاں سے دیوار میں سوراخ ہو گیا۔ مٹی اپنے آپ نیچے گر پڑی۔ ماریا نے سوراخ کے اندر جھانک کر دیکھا۔ اسے اندھیرے میں بھی ایک سرنگ نظر آ گئی۔ کوئی دوسرا ہوتا تو خوف کھا جاتا۔ مگر ماریا کو اپنے خدا پر بھروسہ تھا اور وہ بھی تاگ اور عینر کی طرح صرف خدا سے خوف کھاتی تھی اور صرف خدا سے ڈرتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ جو انسان خدا سے ڈرتا ہے، اسے دنیا کی کوئی چیز نہیں ڈرا سکتی اور جو خدا سے نہیں ڈرتا اسے دنیا کی ہر شے ڈرانے لگتی ہے۔

ماریا نے اللہ کا نام لیا اور سوراخ کے اندر داخل ہو گئی۔

یہ ایک تنگ کچی سرنگ تھی۔ مردے کی مشک کا قود کی بو یہاں

بھی آرہی تھی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کسی لمبی قبر میں چل رہی ہے۔ چلتے چلتے اسے دُور روشنی دکھائی دی۔ یہ سرنگ کا دوسرا منہ

تھا۔ ماریا وہاں پہنچی تو دیکھا کہ سرنگ جنگل میں ایک ایسی جگہ نکل آئی

تھی جہاں چاروں طرف قبریں ہی قبریں تھیں۔ ان قبروں پر کسی جگہ بھی

کبتہ یعنی مرنے والے کے نام کا پتھر نہیں لگا تھا جیسا کہ عام طور پر قبروں

پر لوگ مردے کا نام لکھ کر لگا دیتے ہیں۔ ان قبروں پر گھاس اُگ

ہوئی تھی۔ اور پرانی لگتی تھیں۔ ماریا حیران ہوئی کہ یہاں یہ قبریں

کہاں سے آگئیں۔

وہ قبروں میں چلنے لگی۔ اچانک اسے ایک آواز سنائی دی۔ یہ آواز کسی عورت کی تھی اور مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ ماریا رک کر غور سے وہ آواز سننے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔ آواز رک گئی۔ ماریا نے کان لگے دیے کہ اب کے آواز آئی تو وہ معلوم کرے گی کہ یہ کہاں سے آرہی ہے۔ آواز پھر بلند ہوئی۔

آواز میں دکھی پکار تھی۔ جیسے کوئی عورت کسی گھر سے کنویں کے

اندر سے بول رہی ہو۔ ماریا کانپ اُٹھی۔ یہ آواز جہاں وہ کھڑی تھی

وہاں ایک قبر کے اندر سے آرہی تھی۔ ماریا نے قبر کے ساتھ کان لگا

دیئے۔ آواز سچ سچ قبر کے اندر سے آرہی تھی۔ ماریا نے قبر پر سے

مٹی ہٹا کر شروع کر دی۔ قبر کچی تھی۔ ماریا نے ایک جگہ قبر میں

سوراخ کر دیا۔ اب آواز اس سوراخ میں سے آئی۔ کوئی عورت رشتہ

ہوئے کہ وہی تھی :

”مجھے یہاں سے نکالو۔ خدا کے بے نکالو“

ماریا نے جواب میں کہا :

”نکر نہ کرو، میں تمہاری مدد کو آرہی ہوں“

ماریا نے جلدی جلدی مٹی ہٹا کر شروع کر دی۔ قبر ایک طرف

سے کھل گئی۔ اب جو ماریا نے دیکھا، وہ بڑا خوفناک منظر تھا۔ ایک

نوجوان لڑکی کفن پیٹے قبر میں پڑی تھی۔ اس کے پتھر سے پڑی پٹری

لڑکی نے کہا :

”میرا نام رتنا ہے۔ میں ساتھ والے لکش ویپ جزیرے کے ایک غریب ملاج کی بیٹی ہوں۔ میں اپنی ایک کشتی میں پھیلیاں پکڑنے نکلی تھی کہ راستہ بھول کر اس جزیرے پر آ گئی۔ اتنا کہ کروغلاوش ہو گئی۔“

ماریا نے پوچھا :

”ماں ماں، آگے بتاؤ بہن۔ پھر کیا ہوا؟ تمہیں اس قبر میں کس نے دفن کر دیا؟“

رتنا کی آنکھوں میں دہشت اور خوف تھا۔ کہنے لگی :

”کئی رات میں اس جنگل میں گھوم رہی تھی کہ میں نے اپنے سامنے ایک عجیب و غریب انسان کو دیکھا، وہ انسان بھی تھا اور کوئی بلا بھی تھی۔ اس کا سارا جسم انسان کا تھا اور اس کے کندھوں پر گردن اور سر کی جگہ قبر پر لگائی جانے والی پتھر کی سل لگی ہوئی تھی۔“

ماریا نے حیرانی سے پوچھا :

”تمہارا مطلب ہے، اس کے کندھوں پر قبر کا کتبہ لگا ہوا تھا؟“

”ہاں۔“ رتنا نے ڈرتے ڈرتے کہا : ”وہ۔۔ وہ ایک خوفناک بلا

تھی۔ اس نے مجھے پکڑ لیا اور میرا سارا جسم سُسن ہو گیا۔ پھر اُس نے مجھے اس قبر میں دفن کر دیا۔“

رتنا خوف سے کانپ رہی تھی۔ ماریا نے اسے پانی لا کر پلایا۔

ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں خوف کے مارے کھلی تھیں اور وہ لڑتے ہونٹوں سے بار بار مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ ماریا نے بڑی مشکل سے اسے باہر نکال کر درخت کے پاس بٹھا دیا۔ بے چاری لڑکی پر موت کا خوف تھا۔ وہ پٹٹی پٹٹی آنکھوں سے آس پاس کے جنگل کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کس کے ہاتھوں نے اٹھا کر قبر سے باہر نکالا ہے۔

اس نے ڈرتے ہوئے پوچھا :

”کیا یہ مرنے کے بعد کی دنیا ہے۔ کیا تم کوئی جنت کی

خوار ہو گئی۔“

کیونکہ اس لڑکی کو ماریا نظر نہیں آ رہی تھی۔

ماریا نے کہا :

”نہیں بہن، میں جنت کی خوار نہیں ہوں اور نہ ہی یہ مرنے

کے بعد کی دنیا ہے۔“

لڑکی نے آنکھیں پھاڑ کر دس طرف دیکھا بدھر سے اسے ماریا

کی آواز آتی تھی اور پوچھا :

”پھر تم مجھے دکھائی کیوں نہیں دیتیں؟ تم کون ہو؟“

ماریا نے کہا :

”یہ سب باتیں تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم

کس نے قبر میں زندہ دفن کر دیا تھا؟“

کون ہو

اور تھوڑا دیا۔ وہ روئے لگی۔

”میں ساری رات سدا دن قبر میں پڑی رہی اور قی رہی۔ چنچ
بیچ کر مدد کے لیے پکارتی رہی۔ خدا کا شکر ہے کہ تم آگئیں۔ تم
عزیز جنت کی حور ہو اور میں جنت میں ہوں۔ میں مر چکی ہوں میں
جنت میں ہوں۔“

اور رتنا نے ہانگوں کی طرح ہنست شروع کر دیا۔ ماریا نے اسے
بڑی مشکل سے خاموش کرایا۔ رتنا نیم پاگل سی ہو چکی تھی۔ وہ اٹھی
اور جنگل میں ایک طرف بھاگی۔ ماریا اس کے پیچھے گئی۔ رتنا ایک قبر
سے ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ ماریا نے اسے اٹھایا اور کہا :

”میری بات غور سے سنو رتنا، میں بھی تیری طرح کی انسان
ہوں۔ میں جادو کے ذریعے غائب ہو چکی ہوں۔ اگر تم نے ہوش سے
کام نہ لیا تو تم اپنے دل باپ سے کہیں نہیں مل سکو گی۔ مجھے بتاؤ کہ
یہاں سے سمندر کتنی دُور ہے تاکہ میں تمہیں کشتی میں بیٹھا کر تمہارے عزیز سے
کی طرف روانہ کر سکوں۔“

ماریا کی ان باتوں سے رتنا کے کچھ ہوش ٹھکانے آ گئے۔ وہ
کچھ سنبھل گئی۔ اس نے اپنے سیاہ بالوں کو اپنے خوف زدہ چہرے سے
پٹایا اور جلد سے ماریا کی آواز آرہی تھی۔ اس طرف دیکھتے ہوئے کہا :
”میری شخص بہن، تمہارا نام کیا ہے ؟“
ماریا نے اپنا نام بتایا تو رتنا بولی :

”بہن ماریا، یہاں سے دو میل جنوب میں سمندر ہے۔ وہاں میری

کشتی غرور کھڑی ہوگی۔ اگر تم مجھے وہاں تک پہنچا دو تو میں اسبند
آپ واپس اپنے گھر چلی جاؤں گی۔ میں سمندری راستے کو خوب جانتی ہوں۔
ماریا نے رتنا کو ساتھ لیا اور سمندر کی طرف روانہ ہو گئی۔

یونہی بالری ابھی تک ہو رہی تھی اور دن ڈوب رہا تھا۔ وہی

کی روشنی کم ہوتی جا رہی تھی۔ جنگل میں شام ہوئے ہی والی تھی۔ ماریا
نے رتنا کو ساتھ لے لیا تھا اور اسے لے کر جنگل میں چلنے اور خواتین کے
بچے سے جو کہ سمندر کی طرف چلی جا رہی تھی۔ ماریا کو دور سمندر دکھائی
دیا۔ سمندر کے کنارے رتنا کی کشتی ایک جگہ کھڑی تھی۔ رتنا نے ماریا کا
سکرت ادا کیا اور کہا :

”بہن ماریا، تم کچھ کہو۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ تم بہشت کی حور

ہو اور میری جان بچانے یہاں آئی تھیں۔ میں تمہارا ایک بار پھر شکریہ
دا کرتی ہوں۔“

ماریا نے کہا :

”بہن، اب میرا کام کر دو۔ مجھے بتاؤ کہ اس جنگل میں

کس کس جگہ پر ہے، کیونکہ مجھے ہر حالت میں وہاں پہنچنا ہے۔“

رتنا نے کہا :

”میری یہاں سے مغرب کی طرف سیدھے رخ پار واپس چلنا ہے۔“

ماریا نے کہا :

دن ڈوب گیا تھا اور جنگل میں رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ جنگل چونکہ بڑا گہنا تھا اس لیے رات سے پہلے ہی وہاں رات پڑ گئی تھی۔ مگر ماریا اندھیرے میں چونکہ دیکھ سکتی تھی۔ اس لیے اسے چلنے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔

ماریا چلتی چلی گئی مگر ندی پھر بھی نہ آئی۔ بڑی حیران ہوئی کہ آخر ندی کہاں گم ہو گئی ہے کم بخت دکھائی ہی نہیں دیتی۔ اب اندھیرا بھی بہت بڑھ گیا تھا۔ درختوں کے اوپر بھلی چمک رہی تھی اور بادل ہولے ہولے گرج رہے تھے۔ ماریا بہت مارنے والی لڑکی نہیں تھی۔ پانچ ہزار سال کے سفر میں اس نے کئی ایک ڈراؤنے منظر دیکھے تھے اور بڑے بڑے خوفناک واقعات میں سے گزری تھی۔ دوسرے اسے خدا پر بھروسہ بھی بہت تھا۔ ایک تو اس کا دل انسان کے ساتھ ہمدردی کے جذبات سے بھرا ہوا تھا اور اس نے ہمیشہ دکھی لوگوں کی مدد کی تھی۔ اسے ناگ اور غبر کے ساتھ پانچ ہزار سال پیچھے کی طرف سفر کرنا تھا۔

کافی سفر باقی تھا۔ ابھی انہوں نے دوسو برس کا ہی سفر طے کیا تھا۔ خدا جلنے ابھی کیسے کیسے خوفناک واقعات انہیں پیش آنے لگے۔ ماریا کے دل میں خیال آیا کہ کہیں وہ راستہ تو نہیں بھول گئی اور جنگل میں دائرے کی شکل میں ایک ہی جگہ تو نہیں گھوم رہی؟

اس خیال سے ماریا کانپ گئی کیونکہ اس طرح سے تو وہ خدا جانے کب تک اس جنگل میں گھومتی رہے گی۔ پھر اس نے سوچا کہ اگر ایسی بات

ماریا نے رتنا کو خدا حافظ کیا۔ رتنا کشتی لے کر سمندر میں روانہ ہو گئی۔ جب اس کی کشتی دور سمندر میں نکل گئی تو ماریا ندی کی طرف چل پڑی۔ بجلی ایسی چمکی کہ ایک دم سے پل بھر کے لیے جنگل میں دن نکل آیا۔ اس کے ساتھ ہی بادل بڑے زور سے کڑکا۔ ماریا بھی سہم کر ایک درخت کے ساتھ لگ گئی۔ پھر ایک دم سے بارش شروع ہو گئی۔ یہ بڑی موسلا دھار بارش تھی اور ماریا کو فوراً درخت کے نیچے رُکنا پڑ گیا۔ ماریا درخت کے نیچے بیٹھ گئی اور اس پر اسمار انسان کے بارے میں سوچنے لگی جو رتنا کو اسی جنگل کے قبرستان میں ملا تھا اور جس کے کندھوں پر انسانی سر کی جگہ قبر کا کتبہ لگا ہوا تھا۔

ماریا ہنس پڑی۔ ضرور رتنا نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہوگا مگر سوال یہ تھا کہ پھر رتنا کو قبر کے اندر کس نے دفن کر دیا؟ ہو سکتا ہے یہ کوئی بھوت پریت ہو، لیکن سوال یہ تھا کہ بھوت پریت کو کیا پڑی تھی کہ رتنا کو قبر میں زندہ دفن کرتا۔ اس قسم کی باتیں سوچتے سوچتے ماریا کو ایک گھنٹہ گزر گیا۔ بارش رگ گئی۔ ماریا ندی کی طرف روانہ ہوئی۔

یہاں جنگل اس قدر گھنا تھا اور درخت اتنے ساتھ ساتھ آگے ہوئے تھے کہ اوپر جا کر ان کی شاخیں اور ٹہنیاں ایک دوسری میں گھل مل گئی تھیں۔ ان درختوں پر سے بارش کا رکا ہوا پانی برابر ٹپک رہا تھا۔ ماریا ندی کی تلاش میں برابر آگے بڑھی جا رہی تھی۔

ہوئی تو وہ واپس سمندر کی طرف نکل چلے گی اور رتن کے جزیروں سے ملک پہنچنے کی کوشش کرے گی تاکہ وہاں سے پھر ہندوستان کے ساحل کا رخ کرے۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ ناگ اور عہنہ اس کا انتقاد کرنے کے لیے ہندوستان کی طرف ہی جائیں گے۔ اس جزیروں کے قریب سب سے بڑا ملک ہندوستان ہی تھا۔

ماریا چلتے چلتے گھنے درختوں کے جنگل سے باہر آگئی۔ یہاں آکر اس نے دیکھا کہ کھلے آسمان تلے ایک چھوٹا سا میدان ہے۔ جہاں اونچے اونچے کھتے ہی پتھر کے ستون کھڑے ہیں۔ بادل کھل گئے تھے۔ آسمان پر پیٹے رنگ کا چاند روشن تھا۔ چاندنی میں پتھر کے ستون صاف دکھائی دے رہے تھے۔

• ماریا ایک ستون کے پاس چلی گئی۔ اسے غور سے دیکھا تو وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔ وہ ستون پتھر کے نہیں تھے بلکہ ان میں جان تھی اور وہ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے جیسے بڑے موٹے موٹے سانپ زمین پر سیدھے کھڑے ہو کر دھیرے دھیرے جھوم رہے ہوں۔ ماریا نے اس قسم کا منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

• ان زندہ ستونوں سے ہٹ کر چلنے لگی۔ اسے کوئی خبر نہیں تھی کہ وہ کس طرف جا رہی ہے۔ اس نے ایک اندازے کے مطابق اپنا رخ چاند کی طرف کر لیا جو مشرق کی طرف سے آسمان پر چمک رہا تھا۔ ماریا کا خیال تھا کہ سمندر جزیروں کے مشرق کی طرف ہی ہے۔ زندہ ستون

تھوڑا بیچے رہ گئے تو ماریا نے دیکھا، گھاس کے میدان میں قبروں کے بڑے بڑے پتھر کے چبوترے بنے ہوئے ہیں۔ ان چبوتروں کے درمیان قبروں کے نشان تھے۔ مگر کسی قبر پر کتبہ نہیں لگا ہوا تھا۔ ماریا پر اس قدر زبرد چاندنی میں اس افول کے قبرستان میں سے گزر رہی تھی۔ یہاں کہیں کہیں بڑے عجیب قسم کے بیٹے ٹیرٹس درخت اُگے ہوئے تھے۔ یہ درخت قبروں کے چبوترے پر اپنی شاخیں یوں ٹکائے ہوئے تھے جیسے قبروں کو اٹھا کر اوپر لے جانا چاہتے ہوں۔

یہاں سے گزرتے ہوئے ماریا نے ایک بار پھر وہی گرسے گرسے سانس لینے کی آواز سنی۔ اسے گھبراہٹ میں گرنے سے پہلے ہی جنگل میں سنائی دی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ اُس کے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ سانس لینے کی آواز اب ایک بار پھر اپنے بالکل قریب سنائی دی۔

ماریا نے اونچی آواز میں پوچھا:

”کون ہو تم؟ سامنے کیوں نہیں آتے؟“

یہ کہہ کر ماریا ایک کر ایک قبر کے چبوترے کے پاس چلی گئی کہ اگر کوئی بھوت پریت ہوا تو اس کی آواز کے اندازے سے اس پر حملہ نہ کرے۔ وہ اپنی جگہ سے ہٹ جانا چاہتی تھی۔ جس قبر سے چبوترے پر وہ گئی، جوانی کی بات تھی کہ وہ قبر کھلی ہوئی تھی۔ ماریا نے چاندنی میں جھانک کر قبر کے اندر دیکھا۔ قبر میں ایک مورت کھڑی تھی

اور اس مملکت میں بادشہ کا پانی لپکا ہوا تھا۔ ماریا کے جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ اس نے سوچا کہ یہ قبر کس کا انتظار کر رہی ہے اس کا مردہ کہاں چلا گیا ہے ؟

اچانک ماریا کو وہی گولا سانس لینے کی آواز اپنے بالکل قریب سنائی دی۔ ماریا نے پلٹ کر دیکھا تو اس کی آنکھیں کھل کی کھلی رہ گئیں اس کے ساتھ والی قبر کے چبوترے کے پیچھے ایک انسان کھڑا تھا۔ اس کے جسم پر کالے کپڑے تھے۔ اس کا لباس جسم انسانوں ایسا تھا مگر اس کی گردن پر کندھوں کے درمیان انسانی سر کے بجائے کسی قبر کا کتبہ لگا ہوا تھا۔ ماریا کو رہتا کی سنائی ہوئی داستان یاد آگئی۔ تو کیا وہ سچی بتی کیا یہی وہ بھوت نما انسان تھا جس نے رہتا کو قبر کے اندر زندہ دفن کر دیا تھا ؟

ماریا اب یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس قبر نما انسان نے اسے دیکھا ہے کہ نہیں ؟

ماریا چبوترے سے نیچے اتر کر بائیں جانب ہو گئی۔ ماریا نے دیکھا کہ قبر نما انسان کی گردن پر لگا ہوا کتبہ بھی اسی طرف گھوم گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اُسے دیکھ رہا ہے لیکن کتبے پر تو کوئی آئینہ نہیں تھی۔ پھر وہ اسے کیونکر دیکھ سکتا ہے ؟

ماریا اپنا شک دور کرنے کے لیے قبر نما انسان کی طرف بڑھی۔ پلاندنی میں یہ بڑا عجیب نمونہ تھا۔ یہ انسان یا بھوت ایک خوف ناک بھلا لگتی تھی۔

اس کے بازو لمبے تھے۔ جسم انسانوں کی طرح تھا۔ سائے جسم پر کالے رنگ کا ایک لمبا چغہ پڑا تھا۔ گردن غائب تھی۔ سر بھی نہیں تھا۔ دونوں شانوں کے درمیان گردن والی جگہ پر ایک قبر کا کتبہ رکھا ہوا تھا جس پر کس اجنبی زبان میں کوئی الفاظ لکھے تھے۔

ماریا قریب گئی تو قبر نما انسان کی گردن کا کتبہ ایک دوپٹے پر لپیٹ کر یوں بچھ گیا جس طرح سے بجلی کا ہلکا بلب روشن ہو کر بجھ جاتا ہے۔ پھر ماریا کے کانوں میں گہرے سانس کے ساتھ ایک انسانی آواز آئی :
"اس قبر میں آ جاؤ ماریا۔ یہ تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

ایک بار تو ماریا کانپ اٹھی۔ اس قبر نما انسان نے نہ صرف اسے دیکھ لیا تھا بلکہ اُسے قبر کے اندر جانے کے لیے کہہ رہا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ اسے رات سے بھاگ جانا چاہیے ؛ چنانچہ اس نے بھاگنے کے لیے اپنا قدم اٹھانا چاہا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا پاؤں زمین سے نہیں اٹھ رہا۔ اس نے دوسرا پاؤں اٹھانا چاہا تو وہ بھی اپنی جگہ سے بالکل ہی نہیں ہل رہا تھا۔ ماریا پریشان ہو گئی۔ وہ بیٹھ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے زور لگا کر پہلے ایک پاؤں اور پھر دوسرا پاؤں اوپر اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن اس کے دونوں پاؤں نے اپنی جگہ سے ہٹنے سے انکار کر دیا۔ وہ تو جیسے پتھر کے ہو گئے تھے۔

اس دوران میں قبر کے کتبے والا انسان سامنے والی قبر کے چبوترے کے پیچھے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ خدا جانے وہ کس آنکھ سے اسے دیکھ رہا

تھا۔ ماریا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ قبر نما انسان چہوتے کے پیچھے سے نکلا اور سیدھا آہستہ آہستہ چل کر اس قبر کے پاس آ گیا جو کھلی تھی۔ چہوتے کے پاس کھڑے ہو کر اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیے۔ اس کے ساتھ ہی اس کی گردن پر لگا ہوا کتبہ دوبار روشن ہو کر بکھ گیا۔ ماریا کو وہی آواز پھر سنائی دی،

”اپنی قبر میں آ جاؤ ماریا، یہ تمہاری قبر ہے۔“

پھر فضا میں ایک سنسنی خیز قہقہہ گونجا جو اس قدر ڈراؤنا تھا کہ ماریا کو یوں لگا جیسے قبر نے قہقہہ لگایا ہو۔ اس نے کہا:

”تم کون ہو؟ اور مجھے قبر میں کیوں بلا رہے ہو؟“

قبر نما انسان نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔

ماریا پیچھے کو بھاگ چاہتی تھی، مگر اس سے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہل جا رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر بے بسی کی حالت میں کھڑی تھی۔

قبر نما انسان اس کے قریب آ گیا تھا۔ ماریا کو مہرے کے کھنکھ میں لگی ہوئی مشک کا فود کی تیز بو آئے گی۔ قبر نما انسان نے اپنے دونوں ہاتھ ماریا کے شانوں پر رکھ دیے۔ ان ہاتھوں کا ماریا کے شانوں پر رکھنا

تھا کہ ماریا کا سارا جسم برف کی طرح ٹھنڈا ہو گیا۔ اس قبر نما انسان کے ہاتھ برف سے زیادہ ٹھنڈے تھے۔ ماریا کا سارا جسم پتھر کی طرح ٹھنڈا اور سخت ہو گیا تھا۔ قبر نما انسان نے ماریا کو اپنی بانہوں پر اٹھایا اور اسے لے کر کھلی قبر والے چہوتے کی طرف چل پڑا۔

ماریا سب کچھ دیکھ رہی تھی مگر کچھ نہ کر سکتی تھی۔ قبر نما انسان ماریا کو اٹھائے چہوتے کے اوپر چڑھ گیا۔ پھر کھلی قبر میں اتر کر دریا کو تابوت میں ٹٹا دیا۔ گیلے ٹھنڈے تابوت میں لیٹتے ہی ماریا کا بدن کانپ اٹھا۔ اتنی ٹھنڈ اس نے کبھی پہلے محسوس نہیں کی تھی۔ قبر نما انسان قبر سے باہر نکل کر اسے اپنی گردن کا کتبہ جھکا کر تھکنے لگا۔ کتبے پر ایک بار پھر روشنی ہوتی اور بجھ گئی۔ یہ ٹھنڈ اس روشنی کے خدیلے بات کرتا تھا۔ قبر کے پتھر یعنی کتبے کی روشنی ماریا کے کانوں میں انسانی آواز بن کر داخل ہوتی تھی۔

”ماریا، اب تم قیامت تک اسی قبر میں رہو گی۔“

پھر اس قبر نما انسان نے تابوت کا ڈھکنا بند کر دیا۔ تابوت کے اندر تاریکی چھا گئی۔ ماریا کا دل ڈوب سا گیا۔ خدا جانے اُسے اب اس زندہ قبر سے کب باہر نکلتا نصیب ہو گا۔ اس نے اپنے پاؤں ہلانے کی کوشش کی۔ اس کے دونوں پاؤں ابھی تک اسی طرح پتھر کے تھے اور وہ انہیں ہلا نہیں سکتی تھی۔ قبر نما انسان نے ماریا کی کھلی قبر کے اوپر جھانپیاں ڈال کر اسے ڈھانپ دیا اور خود قبروں کے چہوتوں میں ہی کہیں گم ہو گیا۔

اب ہم جہنم اور ناک کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہیں۔ جوگی بابا کے کہنے پر دونوں دوست اور بھائی ندی کے ساتھ ساتھ سمندر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ ماریا کو امنوں نے بے حد تلاش کیا مگر

وہ نہ مل سکتی تھی۔ وہ ماریا کے بغیر وہاں سے نہیں جانا چاہتے تھے مگر جوگی بابائے پیش گوئی کی تھی کہ جہیز سے ہر کوئی بھاری آفت آئے والی ہے اور یہ کہ ماریا انہیں ملک ہندوستان میں دریائے کرشنا اور کاپیری کی وادی میں ایک روز مل جائے گی؛ چنانچہ عہز اور ناگ نے وہ جہیز چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا اور تدری کے ساتھ ساتھ روانہ ہو گئے۔ یہی وہ تدری تھی جو آگے جا کر سمندر میں جا گرتی تھی اور جس کا کھوج ماریا کو نہیں مل رہا تھا۔

عہز اور ناگ سمندر کے کنارے پہنچ گئے۔ انہیں ایک کشتی کی ضرورت تھی۔ جس پر سوار ہو کر وہ پچاس میل کا سمندر پار کر کے ہندوستان کے جنوبی ساحل پر پہنچ سکتے۔ وہاں کوئی کشتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ دونوں سمندر کے کنارے گھوم پھر کر کشتی تلاش کرتے رہے۔ وہاں کوئی انسان بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ عہز نے ناگ سے کہا:

”ناگ! تم کسی ایسے سانپ کو نہیں بلا سکتے جو ہماری مدد کر سکے۔“
ناگ نے مسکرا کر کہا:

”ان علاقوں میں ایسے سانپ بہت کم ہوتے ہیں اور پھر سمندر تو صحت شیش ناگ ہی ہمیں پار کرا سکتا ہے۔ جس کے ساتھ ساتھ ہم ہوتے ہیں۔“

”تو کوشش کر کے شیش ناگ کو ہی بلا لو۔“

ناگ نے کہا:

”شیش ناگ کی ایک خاص قسم کی بو ہوتی ہے۔ وہ میں سمجھتا ہوں اس کی بو اور گرد و میل تک پہنچتی ہے جیسے جسے ہم ہی سونچ سکتے ہیں، یہاں مجھے وہ خوشبو نہیں آ رہی ہے۔“
عہز بولا:

”تمہارے پاس تو سانپ کا مہرہ بھی ہے۔ تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ سانپ کا مہرہ منہ میں رکھ کر ہوا میں اڑتے ہوئے ہندوستان کے ساحل پر پہنچ جاؤ اور پھر وہاں سے کوئی کشتی ملے کر واپس میرے پاس آ جاؤ۔ اس طرح سے میں بھی سفر کر سکتوں گا۔“
”خیال تو اچھا ہے۔ مگر پہلے ہی ماریا ہم سے جدا ہو گئی ہے۔ تمہیں چھوڑ کر جانے کو دل نہیں مانتا۔“
عہز بولا:

”دوست! ماریا بہن کو تو خدا جانے زمین نے اپنے اندر نگہ کیا کہ کسی جگہ اس کا سراغ تک نہیں ملا۔ مگر خیر جوگی بابائے پیش گوئی ضرور سچ ثابت ہوگی اور خدا کے حکم سے ماریا ہمیں دریائے کاپیری کے کنارے ہندوستان میں ضرور مل جائے گی۔“
ناگ نے کہا:

”عہز! اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو میں ہندوستان کے ساحل پر جا کر کشتی لانے کی کوشش کرتا ہوں، لیکن تم اسی جگہ میرا انتظار کرنا۔“

بھڑلے جواب دیا :

”میں تیس اسی جگہ ملوں گا۔ اس وقت رات ہونے والی ہے میرا خیال ہے تم صبح تک واپس پہنچ جاؤ گے۔“
”میں صبح سے پہلے پہلے آنے کی کوشش کروں گا۔“

اس کے ساتھ ہی ناگ نے سانپ کا مہرہ منہ میں رکھا اور غائب ہو گیا۔ غائب ہونے کے بعد وہ زمین سے اوپر اٹھا، بلند ہوا۔ اُس نے دونوں بازو پرندے کی طرح فضا میں پھیلا دیے اور سمندر کے اوپر ملک ہندوستان کے جنوبی ساحل کی طرف اڑنا شروع کر دیا۔

ناگ سمندر کے اوپر اڑتا جا رہا تھا۔ تارے بادلوں میں چھپ گئے تھے۔ ہر طرف گھپ اندھیرا تھا۔ اوپر آسمان پر کالے بادل تھے۔ نیچے سمندر کے اوپر رات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ناگ اڑتا چلا جا رہا تھا۔ جب اڑتے اڑتے اسے دو گھنٹے گزر گئے تو دور اس نے روشنی دیکھی۔ یہ ہندوستان کا جنوبی ساحل تھا اور اس جگہ کا نام ٹامالی مینار تھا۔ یہ ہندوستان کے نقشے کی تھیں اور یہاں سے ہندوستان کا ساحل شروع ہو جاتا تھا۔

اس کے اوپر دریاں کا صوبہ تھا اور کافی اوپر جا کر مغرب کی جانب دریائے کاویری کے کنارے پر سرنگا پٹم کا علاقہ تھا جہاں اس وقت سلطان ٹیمو کی حکومت تھی جو انگریزوں کے خلاف زبردست آخری جنگ لڑنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔

ناگ ہندوستان کے ساحل کے اوپر آ گیا۔

اس نے اوپر سے دیکھا کہ روشنی ایک جھونپڑی کے اندر سے آرہی تھی۔ جھونپڑی میں ایک دیا روشن تھا۔ ناگ نیچے اتر آیا۔ اس نے سانپ کا مہرہ منہ سے نکال دیا۔ ویسے ناگ مہرے کے بغیر بھی پرندہ بن کر بھی اڑ سکتا تھا لیکن اسے غائب ہو کر اڑنا زیادہ پسند تھا۔ وہ جھونپڑی کے پاس آ گیا۔ اس نے جھانک کر اندر دیکھا۔ جھونپڑی کے اندر دیے کی روشنی میں ناگ نے ایک بوڑھے آدمی کو زمین پر پڑے دیکھا۔ ناگ اُس کے قریب گیا تو دیکھا کہ اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا ہوا تھا اور ہاتھ پیٹھ پر ناریل کی رسی سے بندھے تھے۔ ناگ نے اس کے منہ میں سے کپڑا نکال لیا۔ بوڑھے نے ناگ کو خوف زدہ نظروں سے دیکھا اور اپنی تامل زبان میں کہا۔

”مجھے نہ مارو۔ جھگوان کے بے مجھے نہ مارو۔“

ناگ اس کی زبان سمجھ رہا تھا۔ اس نے بھی تامل زبان میں کہا۔
”بابا، میں تمہیں کیوں ماروں گا۔ تمہیں کس نے باندھ کر ڈال دیا ہے یہاں؟“

ناگ نے بوڑھے کے ہاتھ کھول دیے۔ بوڑھا سہما ہوا تھا۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور رونے لگا۔ ناگ نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور اس کے ساتھ کیا بات ہو گئی ہے۔

بوڑھے نے رک رک کر ناگ کو بتایا کہ وہ ماہی گیر ہے اور اس جھونپڑی میں اپنی بیٹی کالی کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ دونوں جھونپڑی میں

مور ہے تھے کہ دو آدمی اندر آئے۔ ایک کے ہاتھ میں پھرا تھا۔ اس نے پھرا میری گردن پر رکھ دیا۔ میری بیٹی کالی جاگ پڑی۔ اس نے شور مچایا، مگر یہاں کون سنتا تھا۔ وہ لوگ مجھے باندھ کر میری بیٹی کو لے گئے ہیں۔

ناگ نے پوچھا:

”کیا تمہاری ان سے کوئی دشمنی تھی؟“

”نہیں وہ ڈاکو ہیں۔ وہ میری بیٹی کو دوسرے ملک لے جا کر بیچ دیں گے۔“

یہ کہہ کر بوڑھا رونے لگا۔ ناگ نے اسے حوصلہ دیا تو وہ آنسو پونچھ کر بولا:

”تم کون ہو بیٹا؟“

ناگ نے اسے بتایا کہ وہ ادھر ایک کشتی کی تلاش میں آیا تھا۔

”فکر نہ کرو۔ میں سب سے پہلا کام اب یہ کروں گا کہ تمہاری بیٹی کالی کو ان غنڈوں کے چنگل سے چھڑاؤں گا۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ

لوگ کس طرف گئے ہیں؟“

بوڑھا بولا:

وہ سمندر کے ساتھ ساتھ شمال کو گئے ہیں۔ وہاں ضرور ان کی کشتی ہوگی جس میں بیٹھ کر وہ یہاں سے نکل چکے ہوں گے۔ بیٹا، تم شاید ان کا پیچھا نہ کر سکو۔“

بوڑھے کی آنکھوں میں آنسو نہیں ٹھہرتے تھے۔
ناگ نے کہا:

”تم اسی جھوپڑی میں رہو بابا۔ میں تمہاری بیٹی کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔“

ناگ نے بوڑھے کو اس کی جھوپڑی میں چھوڑا اور باہر نکل آیا۔

وہ شمال کی جانب سمندر کے ساتھ ساتھ کچھ دور چلا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اب وہ اندھیرے میں آگیا ہے اور بوڑھا ماہی گیر اسے نہیں دیکھ رہا ہوگا تو اس نے منہ میں سانپ کا منہ رکھنے کی بجائے ایک گہرا سانس لے کر کالے سیاہ عقاب کی شکل بدلی اور پھر پھرتا ہوا بلند ہو کر اڑنے لگا۔ وہ سمندر کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف اڑتا تھا عقاب بن جاتے تھے اس کی نظر بڑی تیز ہوگئی تھی اور وہ اندھیرے میں بھی دیکھ لیتا تھا۔ وہ سمندر کے کنارے کنارے پہنچا ہو کر اڑ رہا تھا تاکہ اگر کہیں وہ غنڈے ہوں تو اسے نظر آجائیں۔

رات گھپ اندھیری تھی۔ سمندر کی بڑی بڑی لہریں دور دور سے آ کر سفید جھاگ اڑاتے ہوئے کنارے سے ٹکرا کر واپس جا رہی تھیں۔ اس وقت بھی آسمان پر گھٹے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے پھر ہوا تیز ہوگئی اور سمندر کی لہریں بھی زیادہ جوش میں آگئیں۔ ناگ برابر آگے ہی آگے اڑ رہا تھا اور نیچے بھی دیکھتا جا رہا تھا۔

آتش فشاں پھٹ پڑا

ایک جگہ ناگ کو آگ لائی سایا دکھائی دیا۔

ناگ اور نیچے آگیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک آدمی سمندر کی جانب سے درختوں کے جھنڈ کی طرف بھاگ رہا تھا۔ ناگ غوطہ کھا کر رات کے اندھیرے میں درخت کی سب سے پختی شاخ پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ آدمی درختوں کے پاس آیا تو وہاں سے ایک اور آدمی باہر نکلا۔ اُس دوسرے آدمی کے ماتھے میں چمکتا ہوا چہرہ تھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہی وہ غنڈے ہیں جو بوڑھے ملاح کی بیٹی کالی کو اغوا کر کے لے آئے ہیں۔ سوال یہ تھا کہ انہوں نے پھر کس لیے نکال رکھا ہے؟

ناگ پھر پھڑکھڑا کر اٹھا اور جہاں دونوں آدمی کھڑے تھے ان کے اوپر والے درخت پر آ کر بیٹھ گیا تاکہ ان کی گفتگو سن سکے۔ پھر پھر اپنی ہوتی تو دونوں نے اوپر دیکھا۔

”یہ عقاب رات کے وقت یہاں کہاں سے آگیا؟ اس قسم کے عقاب تو ابھر نہیں ہوا کرتے۔“
دوسرے آدمی نے کہا:

”تم اس عقاب کو گولی مارو اور یہ بتاؤ کہ وہ لوگ کشتی لے کر آتے ہیں کہ نہیں؟“

پسند والی آدمی بولا:

”معاذہ گڑ بڑ لگتا ہے۔ موسم خراب ہو رہا ہے۔ سمندر میں کوئی خوف ناک طوفان آتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ لوگ کشتی لے کر نہیں آئیں گے، میرا خیال ہے، ہمیں رات اسی جگہ بسر کرنا ہوگی۔ صبح شاید وہ لوگ پہنچ جائیں۔“

دوسرے آدمی نے جواب دیا:

”لڑکی کو قابو میں رکھنا ہوگا، ہم اسے درخت کے ساتھ باندھ دیتے ہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔“

دونوں بد معاش آدمی درختوں کے اندر اندھیرے میں چلے گئے۔

ناگ کو اب وہ دکھائی نہیں دیتے تھے۔ وہ خوش تھا کہ غریب اور بوڑھے ماہی گیر کی بیٹی کا سراغ مل گیا۔ وہ درخت پر بیٹھے بیٹھے ہی کالا سانپ بن کر نیچے اتر آیا۔ گھاس اور جھاڑیوں میں رینگتے ہوئے وہ اس درخت کے قریب آگیا، جس کے ساتھ دونوں بد معاش ماہی گیر کی بیٹی کو باندھ رہے تھے۔ لڑکی کا ڈر اور وحشت کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا۔ بے چاری سے چیخا بھی نہیں جا رہا تھا۔ نیم مردہ سی ہو رہی تھی۔ ناگ دوسری طرف سے ہو کر ان بد معاشوں کے سامنے آگیا اور چھٹکار مار کر اپنا پھن اسٹا کر کھڑا ہو گیا۔ پختہ سانپ کو اندھیرے میں

کسی نے نہ دیکھا، مگر پھنکار سن کر ایک دوسرے سے کہا :

”یہاں سانپ ہے، بھاگ چلو۔“

اس کے ساتھی نے کہا :

”اُسے ڈرتے کیوں ہو۔ سانپ ہے کوئی بھوت نہیں ہے۔“

جائے، کم بخت اسے بھی پھرے سے دو ٹکڑے کر دوں گا !

ناگ کو بد معاش کی اس بات پر ہنسی آگئی۔ کم بخت اپنے انجام سے بے خبر تھا۔ لیکن ناگ کو اُس کی پھری سے بھی بچنا تھا۔ ناگ نے ایک اور پھنکار ماری اور ریگ کر ان دونوں کے سامنے پانچ قدم کے فاصلے پر آگیا۔ سپٹے والا آدمی ڈر کر پیچھے ہٹا۔

”سانپ۔ کالا ناگ۔“

دوسرے آدمی نے بھی سانپ کو دیکھ لیا تھا۔ اس نے پھرا ہوا کر پوری طاقت سے نشانہ باندھ کر ناگ کی طرف پھینکا۔ ناگ خوش قسمت تھا کہ بچ گیا۔ پھرا اُس کی گردن کے بالکل قریب سے ہو کر اُسے نکل گیا۔ ناگ کو سخت غصہ آیا۔ وہ بار بار پھنکارنے لگا۔ اس نے ایک گرا سانس لیا اور درخت کے پیچھے چھپ کر بیرشیر کی شکل بدل لی اور زور سے دھاڑا۔ اس کی دھاڑ سے سارا جنگل گونج اٹھا۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں بد معاش فرار ہو سکتے، شیر امن کے سر پر پہنچ گیا۔ دونوں بد معاش شیر کو اپنے بالکل سامنے پا کر خوف سے تم ہٹنے لگے۔ درخت کے ساتھ بندھی ہوئی لڑکی کا بھی خون خشک ہو گیا۔

شیر ان بد معاشوں کو بھاگنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ زندہ رہ کر دوسری لڑکیوں کو بھی اغوا کر سکتے تھے۔ ایسے لوگوں کا مہربانا ہی اچھا ہوتا ہے جو دوسروں کے معصوم بچوں کو اغوا کر کے لے جاتے ہیں۔

شیر گرہا، سٹاپ، نیچے سیکڑے اور پھر ایک زبردست چھلانگ لگا کر دونوں بد معاشوں کو زمین پر گرا کر دبوچ لیا۔ شیر کا ایک ایک تھپڑ ہی ان دونوں بد معاشوں کی گردنیں توڑنے کے لیے کافی تھا۔ دونوں بے جان ہو کر جھاڑیوں میں پڑے تھے۔ شیر نے ایک نظر درخت سے بندھی ہوئی لڑکی کو دیکھا اور پھر واپس سے چلا گیا۔

جھاڑیوں سے پیچھے آکر ناگ شیر سے دوبارہ انسانی شکل میں آ گیا۔ وہ جھاڑی کی اوٹ سے نکل کر ماہی گیر کی بیٹی کے پاس آیا اور بولا :

”بہن ڈرو نہیں، شیر جا چکا ہے اور میں تمہیں تمہارے باپ کے پاس لے جانے کے لیے آیا ہوں۔“

لڑکی کے مردہ جسم میں پھر سے طاقت آگئی۔ ناگ نے اس کی رسی کھول کر اُسے آزاد کیا اور اپنے ساتھ لے کر سمندر کے کنارے کنارے اُس کے باپ کے جھوٹے کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہوا زیادہ تیز ہو گئی تھی اور سمندر کی لہریں دور دور سے اچھل اچھل کر کنارے کی طرف چلی آرہی تھیں۔ ماہی گیر بوڑھا اپنی بیٹی کو دیکھ کر خوش سے رو

پڑا۔ اس نے بچی کو سینے سے لگا لیا اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے ناگ کا شکریہ ادا کیا اور بیٹی کو بتایا کہ اگر یہ نوجوان یہاں نہ آتا تو وہ کبھی بد معاشوں کے جنگل سے آزاد نہ ہو سکتی تھی۔

لڑکی نے بھی ہاتھ باندھ کر ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ ماہی گیر بوڑھے نے جھوٹے ہنسی سے باہر آ کر تاریک رات میں طوفان کے آثار دیکھے اور ناگ سے کہا:

”بیٹا، کشتی بہت بڑا طوفان آرہا ہے۔ اس ہوا میں کھٹے سمندروں میں اٹھنے والی پہاڑ ایسی لہروں کی بوہے۔ میرا خیال ہے کہ یہاں سے نکل کر جنگل کے اندر چلے جانا چاہیے۔“

ناگ کو عہد کی فکر تھی جو پیچھے لکش دیپ کے جزیرے میں اس کا انتقال کر رہا تھا۔ اس نے کہا:

”بابا، میرا ایک ساتھی پیچھے میری راہ دیکھ رہا ہے۔ مجھے آج رات اس کے پاس ضرور پہنچنا ہے۔ میں اسے طوفان سے بچا کر یہاں لانا چاہتا ہوں۔ مجھے تم اپنی کشتی دے دو۔ میں اسے لے کر وہاں نکلنے سے پہلے پہلے یہاں پہنچ جاؤں گا۔“

ماہی گیر نے فکر مند ہو کر کہا:

”بیٹا، طوفان آرہا ہے، تم ایسے میں کشتی لے کر اکیلے کیسے سمندر میں نکلو گے۔ رات بھر ٹھہر جاؤ۔ صبح طوفان سکتے گا تو چلے جانا۔“

مگر ناگ نہ مانا۔ اس نے ماہی گیر اور اس کی بیٹی کو جنگل کے اندر

کی طرف روانہ کیا اور خود کشتی کے گرد طوفانی سمندر میں نکل آیا۔ ہوائے آندھی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ سمندر میں بڑی بڑی موجیں اٹھ رہی تھیں۔ کشتی ادھر ادھر ڈول رہی تھی۔ رات کا پچھلہ پہر ہو رہا تھا۔ گھٹنے ڈوبتے گھٹنے بعد صبح ہونے والی تھی۔ ناگ کشتی کو طوفانی سمندر میں بھی بھرتے لیے جا رہا تھا لیکن اب طوفان خوف ناک ہو گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ سمندر ارد گرد کے سارے جزیروں کو تھس تھس کر دے گا۔ پھر سمندر کے اندر چھوٹے چھوٹے دھماکے ہونے شروع ہو گئے جیسے سمندر کے اندر آتش فشاں پہاڑ پھٹ رہے ہوں۔ سمندر میں پہاڑ اتنی بڑی بڑی لہریں اٹھنے لگیں۔ ناگ کی کشتی الٹ گئی۔ ناگ عقاب بن کر ہوا میں اُٹنے لگا۔ وہ عہد کے جزیرے کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا اگرچہ تیز آندھی کے تھپڑے اس کا راستہ روک رہے تھے مگر وہ برابر آگے بڑھ رہا تھا۔

اس کے نیچے سمندر قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا۔ ایسے دھماکے ہورہے تھے جیسے سمندر میں ایٹم بم پھٹ رہے ہوں۔ موجیں آپس میں ٹکرائیں کر اوپر کو اٹھ رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ قیامت آگئی ہے۔ ناگ اور بلند ہو کر اُٹنے لگا۔ اسے لکش دیپ کا جزیرہ اندھیرے میں نظر آ گیا۔ جزیرے کے درخت جڑوں سے اکھڑ اکھڑ کر گر رہے تھے۔

وہاں زبردست بھونچال آیا ہوا تھا۔ سمندر کی بڑی بڑی پہاڑیں

ایسی موجیں جہزیرے کے اندر تک جا کر درختوں کو توڑ مروڑ رہی تھیں۔
 ناگ نے جہزیرے کے اوپر کا چکر لگایا۔ بن مانس محل بھوپال کے
 جنگلوں سے تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ بڑے بڑے پتھر، پھتیس، ستون
 اور دیواریں زمین پر گری پڑی تھیں۔ بن مانس سب کے سب ہلاک
 ہو چکے تھے۔ شاید یہی وہ طوفان تھا جس کی خبر جوگی بابا نے پہلے
 ہی کر دی تھی اور عہز اور ناگ سے کہا تھا کہ وہ اس جہزیرے سے
 جتنی جلدی ہو سکے نکل جائیں۔ ناگ کو عہز کی اتنی زیادہ فکرتیں
 تھیں جتنی فکر ماریا کی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ ماریا اس وقت
 اسی جہزیرے کے ایک پراسرار قبرستان میں ایک قبر کے اندر قالمات
 میں نیم بے ہوش پڑی ہے اور اس کے پاؤں پتھر کے ہو چکے ہیں۔ وہ
 قبر نما انسان کی قید میں تھی۔ شاید اس لیے وہ بچ بھی گئی تھی نہیں
 تو اتنا زبردست بھوپال اور سمندری طوفان ماریا کو زندہ نہ چھوڑا۔
 ناگ جہزیرے کے اوپر اوپر اڑ رہا تھا۔ نیچے سولہ تباہی
 کے اور کچھ نہیں تھا۔ آخر تباہی ختم گئی۔ طوفان رُکن گیا۔ دن کی
 روشنی بادلوں میں سے نکل کر جہزیرے پر پھیل گئی۔ جہزیرے میں کوئی
 درخت صحیح و سالم نہیں تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ کسی بہت بڑے جتن نے
 درختوں کو پاؤں سے روند ڈالا ہے۔

ناگ اتنا جانتا تھا کہ عہز زندہ ہوگا۔ یہ طوفان اس کا کچھ
 نہیں بگاڑ سکا ہوگا۔ اس نے عہز کی تلاش شروع کر دی۔ وہ جہزیرے

پر اتر آیا اور انسانی شکل میں اسے ڈھونڈنے لگا۔ کافی دیر ناگ عہز
 کو تلاش کرتا رہا۔ اس نے سارا جہزیرہ چھان مارا۔ عہز کو زندہ نہ دیکھا
 تو اڑیں بھی دیں مگر اس سائیں پتا نہ چل سکا۔ عہز اڑا جانے کا کم
 ہو گیا تھا۔ ماریا کی طرف سے بھی جہزیرے نے اپنے اندر گم کر لیا تھا
 ناگ نے ایک گمراہ مانس لیا اور سیاح عقاب بن کر فضا میں بلند ہو گیا ویران
 رہا تھا کہ اپنا تک اسے جنگل کے گہرے گہرے درختوں میں عہز دکھائی دیا
 ناگ غوطہ رگا کر عہز کے اوپر آ گیا۔ پھر وہ نیچے اترتا اور دوبارہ
 انسانی شکل میں آ گیا۔ اس نے عہز کو آگے بڑھ کر گے لگایا اور کہا
 "میں تو ماریا کی طرح ستاری طرف سے بھی ناامید ہو گیا تھا۔ اس
 قدر خوفناک طوفان تھا کہ خدا یاد آ گیا ہے۔"

عہز نے کہا،

"میں درختوں کے نیچے دب گیا تھا۔ بڑی مشکل سے نکل کر آ
 رہا ہوں۔ یہ بن مانس کہاں سے آ گیا؟"

ناگ نے بن مانس کی طرف دیکھ کر کہا،

"شاید یہ بن مانس محل کی آخری نشانی باقی رہ گئی ہے۔"

بن مانس نے جب ایک کی بجائے دو انسانوں کو دیکھا تو وہیں

کھڑے کھڑے ایک زبردست تیغ ماری۔ دونوں انھوں سے غصے میں اپنا
 سینہ پٹیا اور عہز اور ناگ کی طرف حملہ کرنے کے لیے دوڑا۔
 ناگ نے کہا،

"کیا خیال ہے عزیز، اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟
عہزنے کہا:

"وہی جو سکندر نے یورس کے ساتھ کیا تھا۔
ناگ، ہنس پڑا:

"نہیں! یہ زندہ اگر زندہ رہا تو لوگوں کو نقصان پہنچائے
گا۔ یہ آدم خود ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے اسے ختم کر دینا چاہیے۔"
عہزنے کہا:

"تو پھر تم ہی یہ کام کرو۔"

ناگ بولا:

"جیسے تمہاری مرضی۔"

اس عرصے میں بن مانس چھینٹا چلاتا خفے میں سینہ کوٹتا ان کے

سر پر پہنچ گیا تھا۔ عہز پیچھے ہٹ گیا۔ ناگ نے ایک گہرا سانس لیا۔

اور انسان کی جگہ ایک بہت بڑا مانس بن گیا۔ بن مانس چکر کھا گیا۔

کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ مانس نے اپنی سونڈ آگے بڑھائی کہ بن مانس کو

اپنی پیٹ میں لے لے۔ لیکن بن مانس ہوشیار تھا، چوکس تھا۔ وہ نیچے

ہلیٹ گیا اور ڈار بچا کر مانس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اسے پیچھے ارٹنے لگا۔

مانس نے سونڈ اوپر اٹھائی، مگر بن مانس اس کی سونڈ میں نہ پھنس سکا۔

ناگ گہرا گیا کہ کہیں کم سخت اس کی پیٹھ کو زیادہ زخمی نہ کر دے۔ اس

نے گہرا سانس لیا اور ایک دم سے مانس غائب ہو گیا۔

مانس کے غائب ہوتے ہی بن مانس دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ وہ
ایک بار پھر چکر کھا گیا کہ اس کے ساتھ کیا جا دو گری کا تماشا ہو رہا ہے۔
اور وہ جس کے ساتھ مقابلہ کر رہا ہے، آیا وہ مانس ہے؟ انسان ہے؟
یا کالا عقاب ہے؟

عہز کچھ دُور کھڑا یہ سارا فونی دنگل دیکھ رہا تھا۔ ناگ سانپ نہیں
بننا چاہتا تھا۔ خطرہ تھا کہ اگر وہ سانپ بنا تو بن مانس اسے ہاتھوں
یا پاؤں میں کپیل دے گا۔

ناگ اب پھر سیاہ عقاب بن کر فضا میں بلند ہو گیا۔ اس نے

ایک غوطہ لگایا اور بن مانس کی ایک آنکھ نوچ کر لے گیا۔ بن مانس

تکلیف سے چیخا اور اچھلنے کودنے لگا۔ وہ عہز کی طرف دوڑا۔ کیونکہ

اب اسے وہی ایک انسان دکھائی دے رہا تھا۔ عہز نے بھی ناگ کی

مجبوری کو محسوس کر لیا تھا، وہ بھی بن مانس کی طرف بڑھا۔ بن مانس نے

اسے گردن سے دبوچنا چاہا۔ عہز کے اندر اس کی ساری طاقت جمع ہو

چکی تھی۔ اس نے بن مانس کو ٹانگ سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور اتنی

زور سے گھما کر چھوڑا کہ وہ آسمان کی طرف بلند ہو کر بڑی زور سے زمین

پر جا گرا۔

بن مانس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ اب وہ زمین سے نہیں

اٹھ سکتا تھا۔ ناگ زمین پر اتر آیا وہ پھر سے انسان بن گیا۔ دونوں

بن مانس کی طرف بڑھے۔ وہ شدید زخمی حالت میں زمین پر پڑے پڑے کراہ

۵۶
 نے کر اڑنے کی کوشش کر دی گئی۔
 عہز نے کہا :

"کیوں نہ میں سانپ کا مہرہ اپنے منہ میں رکھ کر اڑوں اور تم پرندہ
 بن کر میرے ساتھ اڑو۔
 ناگ بولا :

"ہاش، ایسا ہو سکتا۔ یہ سانپ کا مہرہ صرف اسی کو غائب
 کیے اڑا سکتا ہے جو خود سانپ سے انسان کی شکل میں آیا ہوا ہو۔
 اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم میرے کندھے پر بیٹھ جاؤ، میں اڑنے کی
 کوشش کر دیں گا۔"

عہز ناگ کے کندھے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ ناگ نے خدا کا نام لے
 کر سانپ کا مہرہ منہ میں رکھا تو وہ غائب ہو گیا۔ غائب ہونے کے ساتھ
 ہی وہ زمین سے بلند ہونے لگا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ عہز کے
 بوجھ کی وجہ سے وہ زیادہ اونچا نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ زمین سے دس
 فٹ اونچا ہی ہو سکا۔ اس نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے اور اڑنا
 شروع کر دیا۔ سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ عہز غائب نہیں تھا۔ وہ نظر
 آ رہا تھا۔ کوئی اسے اگر دیکھتا تو بالکل ایسے لگتا کہ ایک آدمی زمین
 سے دس فٹ اونچا کسی شے پر بیٹھا ہے اور اڑ رہا ہے۔

ناگ نے کہا :

"عہز، میں اس سے زیادہ اونچا نہیں ہو سکتا۔ تم مجھ کو بیٹھو

۵۷
 رہا تھا، غزا رہا تھا۔ غصے سے گرج رہا تھا لیکن اٹھ نہیں سکتا تھا۔ عہز
 نے کہا :

"اب یہ اس جگہ اپنے آپ مہرے گا۔ چلو اب اس جگہ سے
 نکل جاتے ہیں۔
 ناگ نے کہا :

"مارا کو ایک بار تلاش : کر لیں۔
 عہز بولا :

"میرا خیال ہے اسے تلاش کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ جوگی بابا
 نے کہا تھا کہ وہ ہمیں اب دریائے کامہری کی وادی میں لے گی۔ جوگی بابا
 کی خوفناک طوفان کی پیشین گوئی درست نکل رہی ہے۔ مجھے یقین ہے اس کی
 ادراوا کی پیشین گوئی بھی سچ ثابت ہوگی۔ اس لیے ہمیں یہاں سے نکل جانا
 چاہیے۔ کیونکہ جزیرہ ڈوب رہا ہے۔ اس کے اندر ابھی تک آتش فشاں
 کے پھٹکے ہوئے ہیں۔"

ناگ اور عہز سمندر کے کنارے ایک جگہ پہنچ کر رک گئے۔ انہیں
 کسی کشتی کی تلاش تھی جس پر سوار ہو کر وہ سمندر میں سفر کر کے ہندوستان
 کے ساحل تک پہنچ سکیں۔ لیکن کشتی کا وہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔
 ناگ نے کہا :

"میرا خیال ہے کیوں نہ ہم ایسا کریں کہ میں سانپ کا مہرہ منہ میں
 رکھ کر غائب ہو جاتا ہوں۔ تم میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ اور میں تمہیں

رہنا اور ہم گز نہیں گھرا۔۔۔ فکر نہ کرو، تم گرو گے نہیں۔
غیر نے ہنس کر کہا:

"پیارے دوست، میں گھلنے والے دن پیدا ہی نہیں ہوا تھا
تم بے فکر ہو کر اڑتے جاؤ۔ میں اگر سمندر میں گر بھی پڑا تو کیا فرق
پڑے گا۔ تم مجھے پھر پکڑ کر اٹھا لینا۔"

ناگ نے سمندر کے اوپر اڑنا شروع کر دیا۔ اگرچہ طوفان تھم
چکا تھا مگر سمندر کی لہریں اب بھی اٹھ اٹھ کر ساحل کی طرف جا رہی تھیں
یہ موجیں کبھی کبھی ناگ کے پاؤں سے بھی ٹکرا جاتی تھیں۔ وہ اونچا ہوا
کر اڑنے کی بڑی کوشش کرتا مگر غبن کے بوجھ کی وجہ سے وہ اس
سے زیادہ بلند نہیں ہو سکتا تھا۔

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"اگر کوئی تمہیں اس طرح اڑتا ہوا دیکھ لے تو غش کھا جائے۔
کہ یہ کون بھوت آدمی ہے کہ ہوا میں بیٹھا ہے اور اڑا جا رہا ہے۔
پھر اس نے غبن سے کہا:

"میرے پاؤں سمندر کی لہروں سے ٹکرا رہے ہیں۔
غبن نے کہا:

"دوست، تم اپنا خیال کرنا۔ اگر تم سمندر میں گر گئے تو مشکل
پڑ جائے گی۔
ناگ بولا:

"پھر کیا ہو گا۔ یہی ناکہ میں پرندہ بن کر اڑنے لگوں گا اور تم
سمندر میں تیرنا شروع کر دینا۔ نہ تم تنگ سکتے ہو اور نہ سمندر تمہیں
ڈبو سکتا ہے۔"

اسی طرح آپس میں باتیں کرتے دونوں سمندر کی سطح سے
دس فٹ کی بلندی پر ہندوستان کے ساحل کی طرف اڑے پلے جا
رہے تھے۔

آسمان پر بادل اسی طرح چھائے ہوئے تھے، مگر دن کی روشنی
بھی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ بارش بالکل نہیں ہو رہی تھی۔ غبن
نے نیچے دیکھا۔ سمندر کی نیلی موجیں اوپر اٹھ اٹھ کر اسے پکڑنے کی
کوشش کر رہی تھیں۔ اس نے ایک بہت بڑی خوشخوار شادک مچھلی
کو دیکھا جو غبن کے خون کی بو پا کر اس کے پیچھے پیچھے سمندر میں چلی آ
رہی تھی اور جہاں غبن ہوا میں ناگ کے کندھے پر بیٹھا اڑا جا رہا تھا
وہاں نیچے آ کر وہ اچھل کر غبن کو دو بچنے کی کوشش کر رہی تھی
ناگ نے کہا:

"کیسے یہ کم بخت شادک تمہارا پاؤں نہ پکڑ لے؟"

غبن بولا:

"پھر کیا ہو گا۔ مجھے تو تمہاری فکر ہے۔ تمہیں تو یہ ایکسپرٹ
میں ٹرپ کر جاتے گی۔"

ناگ نے ہنس کر کہا:

"میں ایک پل میں اس سے بھی بڑی ویل مچھلی بن کر اسے پیسے ہی ہڑپ کر جاؤں گا۔"

شادک مچھلی نے کچھ دور تک عینز کا تعاقب کیا، پھر واپس چلی گئی۔ ہندوستان کا ساحل دکھائی دینے لگا تھا۔ ناگ نے عینز کو بوڑھے ماہی گیر کی بیٹی کو غنڈوں سے بچانے کا واقعہ بھی راستے میں ہی سنایا۔ عینز نے پوچھا:

"اگر وہ ماہی گیر مل جائے تو اس سے ہم دریائے کا دیری کو جانے والے راستے کا پتا پوچھ سکتے ہیں؟"

ناگ نے کہا:

"اتنے خوف ناک دشمن میں وہ خدا جانے جنگل میں کہاں سے کہاں نکل گیا ہو گا۔ بہر حال کنارے پر پہنچ کر اسے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔"

دونوں دوست ہندوستان کے ساحل پر پہنچ کر زمین پر اتر گئے۔ طوفان نے یہاں بھی ہر طرف تباہی پھیلا رکھی تھی۔ ماہی گیر کی جھوپڑی کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ ساحل پر جتنے ناریل کے درخت تھے۔ سب جڑوں سے اکٹڑ گئے تھے۔ سمندر کی بھیری موجوں نے در جنگل تک تباہی پھیلاتی ہوئی تھی۔

عینز نے کہا:

"میرا خیال ہے اس جنگل میں ماہی گیر کو تلاش کرنا بیکار ہو گا۔"

وہ اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر شہر کی طرف چلا گیا ہو گا۔

ناگ نے منہ سے سانپ کا مہرہ نکال لیا تھا اور اب وہ عینز کے ساتھ ساحل پر گیلی ریت اور گری پٹری جھاڑیوں میں چل رہا تھا۔ ایک رستہ ادھر ادھر سے ہو کر جنگل کے ساتھ ساتھ آگے جا رہا تھا۔ دونوں دوست اس راستے پر روانہ ہو گئے۔ کافی دور چلنے کے بعد انہوں نے ایک کاسے رنگ کے ڈبے سے ماہی گیر کو دیکھی جو ایک جگہ کیچڑ میں پھنسی ہوئی اپنی پھوٹی کشتی کو باہر نکال رہا تھا۔ عینز اور ناگ کو آتے دیکھ کر وہ کام چھوڑ کر انہیں سمجھنے لگا۔

یہ جنوبی ہند کا علاقہ تھا اور آج سے دو سو برس پہلے کا زمانہ تھا جب کہ انگریز شمالی ہند پر قبضہ کرنے کے بعد جنوب کی طرف میسور کے علاقے پر قبضہ کرنے کے لیے شیر میسور سلطان ٹیپو کے خلاف آخری جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس علاقے میں ہندو بھی رہتے تھے۔ ویسے ہندوؤں کی تعداد زیادہ تھی۔ یہ وہ علاقہ تھا جہاں اسلام کا نور پھیلانے کے لیے کئی مسلمان بزرگ تشریف لائے اور انہوں نے یہاں اسلام کی شمع روشن کی۔

عینز اور ناگ اگرچہ مسلمان نہ تھے مگر وہ اس علاقے اور ملکہ قلو پٹراہ کے زمانے سے سفر کرتے کرتے اب پانچ ہزار سال کی تاریخ پر سے گزر کر واپس قلو پٹراہ کے زمانے کی طرف جا رہے تھے لیکن ان کے رنگ سانوں سے تھے اور اتنے کاسے نہیں تھے جتنا کالا رنگ جنوبی ہند

کے اس عداوت کے لوگوں کا تھا۔ ماہی گیر کے قریب پہنچ کر جہز نے اس سے پوچھا :

"بھائی یہاں سے شہر کی طرف کون سا راستہ جاتا ہے ؟"

یہ سوال سب نے تامل زبان میں کیا تھا جو جنوبی ہند کی بولی تھی۔

ماہی گیر نے کہا :

"تم کہاں سے آ رہے ہو ؟"

ناگ نے کہا :

"بھائی یہ مت پوچھو۔ طوفان کے مارے ہوئے ہیں۔ ہماری کشتی ڈوب گئی تھی۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر یہاں تک پہنچے ہیں کامیاب ہوئے ہیں۔"

ماہی گیر نے کہا :

"شہر بہت دور ہے۔ اس راستے پر چلتے جاؤ۔ آگے ایک چھوٹا دریا آئے گا۔ اس کے پار قلعہ منڈام ہے۔ وہاں سے تین میل گاڑی مل جائے گی۔ تم اس پر سفر کرتے ہوئے دو روز میں شہر پہنچ جاؤ گے۔"

عزیز اور ناگ کا شہر پہنچنا بہت ضروری تھا، کیونکہ شہر پہنچ کر ہی وہ میسور کے شہر مننگاپٹم کے ساتھ بہتے دریائے کا وری تک پہنچ سکتے تھے۔ یہی وہ مقام تھا جہاں دریا کے دو بار ملنے کی امید تھی۔ عزیز اور ناگ

نے ان کا شکریہ ادا کیا اور آگے روانہ ہو گئے۔ دریا کا پل آ گیا۔ یہ ایک پتھر کا دریا تھا۔ اور اس پر رستوں کی مدد سے پل بنایا گیا تھا۔ دریا کے دوسری جانب دوڑنا میل اور سپاری کے درختوں میں ایک گاؤں دکھائی دیا۔

اس گاؤں میں کسان رہتے تھے۔ تیز اندھی اور دریا کے سیلاب کی وجہ سے اس گاؤں میں بھی تباہی پھیلی ہوئی تھی۔ عزیز اور ناگ کسی نہ کسی طرح ایک بیل گاڑی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ گاڑی بان ایک تامل کسان تھا۔ وہ انہیں گاڑی میں بٹھا کر منڈام شہر کی طرف روانہ ہوا۔

عزیز کے پاس چاندی کے چند ایک سکے تھے۔ آدھے سکے اس نے گاڑی بان کو دے دیے تھے۔ باقی پار کے بچے تھے جو اس نے شہر پہنچ کر فوری خرچ کے لیے منبھال لیے تھے۔

بیل گاڑی سارا دن سفر کرتی رہی۔ رات کو انہوں نے ایک جنگل کے کنارے آرام کیا۔ دوسرے دن پھر سفر شروع ہو گیا۔ دو دن کے سفر کے بعد تیسرے دن صبح کو وہ منڈام شہر پہنچ گئے۔ آج سے دو سو برس پہلے کا یہ شہر بڑا پرسکون تھا۔ نہ موٹر، نہ رکشہ، نہ بس، نہ سکوتر اور نہ ریلوے انجنوں کی چھک چھک اور نہ ٹرکوں کا شور۔ سکون کے ساتھ یہ کچے کوٹھوں اور ڈھلانی چھتوں والا شہر آباد تھا۔ آبادی زیادہ نہیں تھی۔ سڑکیں کچی تھیں، جن پر بیل گاڑی ہی ایک سواری تھی جو کہیں کہیں

تابلوت کھل گیا

ماریا قبر کے اندر پڑی تھی۔

قبر کے اندر تابلوت کے اندر سے میں پڑے پڑے اُسے چھ روز گزر گئے تھے۔ اس کی آنکھیں تھوڑی تھوڑی کھلی تھیں۔ اُسے وقت کا کوئی احساس نہیں تھا کہ کتنے دن گزر گئے ہیں۔ تابلوت میں سیدھے لیٹے لیٹے وہ جیسے خواب کی دنیا میں گم تھی۔ اس عرصے میں کسی نے اس کے تابلوت کو نہیں کھولا تھا۔ وہ قبر نما انسان جس کی گردن پر انسانی سر کی جگہ قبر کا پتھر لگا تھا، اس عرصے میں اس کے پاس نہیں آیا تھا۔ ماریا کا ذہن اب بھی عجز اور ناگ کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ ندی کنارے اس کا انتظار کر کے ہندوستان کی طرف چلے گئے ہوں گے۔ انہیں معلوم ہی نہیں ہے کہ ماریا قبر کے اندر زندہ دفن ہے۔

قبر کے تابلوت کے اندر پڑے ہوئے ماریا کو جب سات دن ہو گئے تو اس نے قبر کے چوتھے کے اوپر قدموں کی چاپ سُنی۔ کوئی آہستہ آہستہ چوتھے پر چل رہا تھا۔ پھر تابلوت کا ڈھکن کھینے لگا۔

دکھائی دے جاتی تھی۔ گھوڑوں پر سوار لوگ کہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔

عجز اور ناگ ایک سرانے میں جا کر اتر گئے۔

یہاں لوگ چاول کے ساتھ سبزی اور مرغ مچھلیں پیس کر کھا رہے تھے۔ اتنی تیز مرغ عجز اور ناگ نے پہلے کبھی نہیں کھائی تھی۔ یہاں سے ایک بیل گاڑیوں کا قافلہ شہر دزلیگاٹیم کی طرف روانہ ہو رہا تھا۔ جو میسور کے صوبے میں تھا۔

عجز اور ناگ نے سارے پانڈی کے باقی کئے قافلے دلے کو دے دیے اور قافلے کے ساتھ شامل ہو کر شہر دزلیگاٹیم کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ شہر سرنگاپٹم اور دریائے کادییری کی وادی سے چند میل کے فاصلے پر واقع تھا جو کہ عجز اور ناگ کی منزل تھی۔

اس زمانے میں آج کل کی طرح ریل گاڑی تو نہیں تھی کہ دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہو جاتا۔ بس بیل گاڑیاں ہی تھیں جو کچے راستے پر ہلے ہوئے دن بھر چلتی رہتی تھیں۔ راستے میں باقی آجاتے تو قافلہ رُک جاتا۔ رات کو پڑاؤ ڈالا جاتا اور مسافر آرام کرتے۔ دوسرے دن صبح صبح قافلے کا سفر دوبارہ شروع ہو جاتا۔ اسی طرح پھر روز سفر کرنے کے بعد ساتویں روز عجز اور ناگ دزلیگاٹیم پہنچ گئے۔ یہ شہر اس زمانے کا ایک بڑا شہر تھا جہاں امیر لوگوں کے ادبچنے محل، حویلیاں اور پرانے باغ تھے۔ عجز اور ناگ ایک سرانے میں اتر گئے۔

ہٹ گیا اور ماریا نے موم جی کی روشنی دیکھی۔ تابوت کے اوپر قبر نما انسان موم جی ماتھے میں بے کھڑا تھا۔ ماریا کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اگر وہ کھائے پیے بغیر کئی کئی روز تک زندہ رہ سکتی تھی لیکن اس تابوت میں بند ہو کر پڑے رہنے سے اس کی جسمانی طاقت کمزور ہو گئی تھی اور اسے بہت پیاس لگ رہی تھی۔

اس نے لیٹے لیٹے اپنے پاؤں ہلانے کی کوشش کی۔ اس کے پاؤں میں ہلکی ہلکی جان آگئی تھی مگر اب اس کے ہاتھوں میں جان نہیں تھی اور وہ زور لگا کر یا مکتا مار کر کسی شے کو توڑ نہیں سکتی تھی۔ اربا میں اتنی طاقت سمیٹیں تھی کہ وہ اگر ایک مکتا مارے تو قبر کے چھوڑے کو توڑ کر دو ٹکڑے کر دے، مگر اس کے ہاتھوں میں اتنی جان نہیں رہی تھی۔ موم جی کی روشنی سے ماریا کو معلوم ہوا کہ باہر رات کا اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ قبر نما انسان اس پر جھکا ہوا تھا۔

اس کی گردن پر لگا ہوا قبر کا پتھر بچھا ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ کوئی بات نہیں کر رہا اور خاموش ہے۔ اس نے جھک کر ماریا کو اپنے لیے اور مضبوط بازوؤں میں اٹھا کر تابوت سے باہر نکالا اور قبر سے نکل کر چھوڑے پر آگیا۔ موم جی اس نے قبر کے اندر ہی رہنے دی تھی۔ وہ رات کے اندھیرے اور سنسنائے میں قبرستان میں سے گزرنے لگا۔ اندھیرے میں آنکھیں کھول کر ماریا نے دیکھا کہ وہاں تباہی پھیلی ہوئی تھی۔

ہفتہ ہوا۔ ایک رات اس نے قبر میں لیٹے لیٹے زلزلوں کے جھٹکے محسوس کیے تھے اور باہر درختوں کے گرنے اور موجوں کا شور اور آندھی کی چیخیں سنائی دی تھیں۔ قبرستان میں جگہ جگہ درخت ایک دوسرے کے اوپر گرے ہوئے تھے۔ ماریا اس وقت ناگ اور عینر کے بارے میں سوچنے لگی۔ خدا کرے کہ وہ جزیرے سے نکل گئے ہوں۔

قبر نما انسان ماریا کو بازوؤں پر اٹھائے ایک زمین کے اندر جانے والی سڑگ میں داخل ہو گیا۔ سڑگ میں بارشس کا پانی جمع ہو گیا تھا اور قبر نما انسان پانی میں شراب شراب کرتا چل رہا تھا۔ سڑگ کے اندر ایک تنگ سی کوٹھڑی آگئی جو ایک پڑا سہارا اور چاروں طرف سے بند تہ نما تھا۔ صرف وہی ایک سوراخ تھا جس میں سے قبر نما انسان ماریا کو بے کمر داخل ہوا تھا۔ یہاں بڑی تیز مشک کا فود کی ٹھنڈی بو رچی ہوئی تھی۔

قبر نما انسان نے ماریا کو دیوار کے ساتھ بٹھا دیا۔ ماریا کو یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے اسے کوئی دوائی پلا کر اس کے جسم کی آدھی طاقت نکال لی ہے۔ وہ سر دیوار کے ساتھ لگائے قبر نما انسان کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی گردن پر سہر کی جگہ قبر کا پتھر دائیں بائیں گھوم رہا تھا جیسے وہ کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر اس نے ایک کونے سے مٹی کھنچ لی۔ تھوڑی دیر بعد دیوار میں ایک قبر کا پتھر دکھائی دیا۔ یہ ایسا پتھر تھا جیسا کہ قبر پر لگا ہوا ہوتا ہے۔ قبر نما انسان نے

ماریا کی طرف گھوم کر دیکھا۔ اس کی گردن کا کتبہ ہل کر بچ گیا۔ پھر ماریا کے کانوں میں آواز آئی :
"اس قبر کے کتبے کو دیکھو۔"

ماریا نے اپنی آنکھیں قبر کے پتھر پر لگا دیں۔ وہاں اندھیرے میں ہلکی ہلکی روشنی ابھرنے لگی۔ پھر ایک جنگل دکھائی دینے لگا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ عبرت اور ناگ جنگل میں چلے جا رہے ہیں۔ ماریا نے انہیں بے اختیار ہو کر زور سے آواز دی۔
قبر نما انسان نے کہا :

"وہ تمہاری آواز نہیں سن سکتے۔ مجھے ان میں سے ناگ کی ضرورت ہے۔ ناگ سانپ ہے اور انسان کی شکل میں زندہ ہے۔ میں اگر اس کی گردن کاٹ کر اس کا سر میروت دیوتا کے مندر میں پیش کروں تو مجھے میرا سر واپس مل جائے گا۔ میں اس دنیا کا سب سے بڑا جادوگر تھا۔ مجھ سے ایک غلطی ہو گئی اور میروت دیوتا نے میرا سر غائب کر کے اس کی جگہ قبر کا کتبہ لگا دیا اور کہا کہ جادو اب تم اس وقت تک اسی حالت میں قبرستان میں پھنسے پھر دو گے جب تک کہ کسی ایسے انسان کا سر کاٹ کر نہ لاؤ جو اصل میں ایک سانپ ہو، لیکن میں یہ کام اس وقت تک نہیں کر سکتا تھا جب تک کہ ایک ایسی عورت کو اپنے قبضے میں نہ کر لوں جو کہ غیبی عورت ہو۔ میں نے پہلا کام کر لیا ہے اور تمہیں اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ اب ناگ کا سر کاٹنا باقی ہے۔"

تمہاری وجہ سے قبر کے اس پتھر نے مجھے یہ دکھا دیا ہے کہ ناگ اپنے دوست عبرت کے ساتھ اس وقت وزیگا پٹم کے جنگل میں دریائے کاویری کی طرف جا رہا ہے۔ پس اب میں اس کا سر کاٹنے جا رہا ہوں۔ تم اس وقت تک اسی تہ خانے میں بند رہو گی جب تک کہ میں ناگ کا سر نہیں کاٹ لاتا۔ میرے جانے کے بعد پتھر کی یہ تصویر غائب ہو جائے گی اور تہ خانے کا راستہ اپنے آپ بند ہو جائے گا۔
ماریا پھٹی پھٹی آنکھوں سے قبر نما انسان کی گردن پر لگے قبر کے پتھر کو جلتے بجھتے دیکھ رہی تھی اور اس کی جھادی خمر کر تی آواز سن رہی تھی۔ قبر نما انسان اپنی بات ختم کر کے تہ خانے کے سوراخ میں سے باہر نکل گیا۔

اس کے جاتے ہی سوراخ بند ہو گیا اور دیوار میں قبر کے پتھر پر ناگ اور عبرت کی تصویر آئی تھی، وہ بھی غائب ہو گئی۔ ماریا کو پہلے اپنی جان کی فکر تھی، اب اسے ناگ کی فکر پڑ گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی طریقے سے ناگ کو خبردار کر دے کہ ایک شیطان اس کا سر کاٹنے آ رہا ہے۔ مگر وہ ناگ کو خبر نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ایک چھوٹی قبر سے نکل کر تہ خانے کی بڑی قبر میں بند ہو گئی تھی۔ اس میں اتنی طاقت بھی نہیں تھی کہ اٹھ کر دیوار کو کھرچ سکتی اور باہر نکلنے کی کوشش کر تی۔ تہ خانے میں اندھیرا تھا اور اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ماریا نے آنکھیں بند کر لیں اور دل ہی دل میں ناگ کی زندگی کی دعائیں مانگنے لگی۔

اُدھر ناگ اور عنبر وریگا پٹم کے ایک جنگل میں سے گزر رہے تھے۔

دن کا وقت تھا۔ ہوا بندھتی۔ موسم گرم تھا۔ جنگل میں جس بورن تھا۔ دونوں کی منزل سرنگا پٹم شہر سے دور بسنے والا دریا کے کاٹری تھا جس کے پاس انہیں دریا سے ملنے کی پوری امید تھی۔ جنگل سے نکلے تو پہاڑی ٹیلوں کا علاقہ شروع ہو گیا۔ یہ ٹیلے سلیٹی رنگ کی پٹانوں کی طرح تھے۔ ان پر کہیں کہیں خشک جھاڑیاں لگی ہوئی تھیں۔

ناگ اور عنبر باتیں کرتے چلے جا رہے تھے کہ انہیں ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے بہت بڑے درخت کے نیچے ایک جھونپڑی دکھائی دی۔ ناگ نے کہا:

”عنبر! کیوں نہ اس جھونپڑی کے پاس بیٹھ کر کچھ دیر آرام کر لیں۔ اگرچہ ہمیں نہ بھوک تنگ کرتی ہے نہ پیاس۔ اور نہ گرمی سردی شرمس ہو رہی ہے، پھر بھی کچھ دیر بیٹھ کر غور کر لیتے ہیں کہ ہم ٹھیک راستے پر جا رہے ہیں کہ نہیں۔ ہو سکتا ہے، اس جھونپڑی میں کوئی فقیر رہتا ہو اور وہ ہماری رہنمائی کر سکے۔“

عنبر نے کہا:

”اچھا خیال ہے، آؤ پل کر دیکھتے ہیں۔“

دونوں دوست اور بھائی ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جھونپڑی کے پاس آئے۔ جھونپڑی کا گھاس پھوس سے بنا ہوا دروازہ بند تھا۔ ناگ نے باہر

سے آواز دی: ”کوئی اندر ہے تو مہربانی کر کے باہر آئے۔ ہم مسافر ہیں اور راستہ“

بول جھٹکتے ہیں۔ جھونپڑی کا دروازہ ذرا سا کھلا اور ایک بوڑھے جنگل آدمی نے باہر

منہ نکال کر پوچھا: ”کون ہو بابا! مجھ فقیر کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ یہاں کوئی نہیں“

ہے۔“ بوڑھے کی آواز ڈری ہوئی تھی۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اس نے جھونپڑی میں کوئی شے چھپا رکھی ہے۔ ناگ نے آگے بڑھ کر کہا:

”بابا! ہم مسافر ہیں۔ جنگل میں راستہ بھول گئے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ سرنگا پٹم کو کونسا راستہ جاتا ہے؟“

بوڑھے نے جلدی جلدی کہا:

”سیدھے چلے جاؤ، سیدھے۔“ اور اس کے ساتھ ہی اس نے دروازہ بند کر دیا۔ عنبر نے ناگ

سے کہا:

”مجھے جھونپڑی میں کسی انسان کے گراہنے کی آواز آئی تھی۔ اندر کوئی زخمی آدمی ہے۔“

ناگ بولا:

”ہنسی آواز میں نے بھی سنی تھی۔ معلوم کرنا چاہیے کہ اندر کون

ہے۔ شاید اسے ہماری مدد کی ضرورت ہے۔

یہ کہہ کر ناگ نے دھکا دے کر دروازہ کھول دیا۔ روشنی اندر آ گئی تو اس نے ایک انگریز بوڑھے کو دیکھا جو فرمش پر شدید زخمی حالت میں پڑا تھا۔ اس کے سارے بدن پر خون جما ہوا تھا اور اس کی نیل فوجی وردی تھی۔ اس نے اس کمزوری میں بھی پرانی طرز کا پستول ہاتھ میں لے رکھا تھا اور ناگ کی طرف اس کا رخ کر کے بولا:

"رینڈز اپ، اگر آگے بڑھے تو گولی مار دوں گا۔"

عین نے ناگ کو پیچھے کر دیا اور خود آگے آگیا۔ پھر وہ بڑی جلدی سے بولا:

"آپ زخمی ہیں۔ ہم آپ کے دشمن نہیں۔ میں آپ کے زخم اچھے کر سکتا ہوں۔ میں جڑی بوٹیوں سے علاج کر لیتا ہوں۔"

بوڑھے انگریز نے پستول پیچھے کر لیا اور کہتے ہوئے بولا:

"تم کون ہو؟"

عین نے کہا:

"ہم معمر کے ملک کے رہنے والے ہیں اور جڑی بوٹیوں کی تلاش میں یہاں گھوم رہے تھے کہ راستہ بھول گئے۔ آپ کو کس نے زخمی کیا ہے؟"

بوڑھے انگریز نے کہا:

"مہنگا پٹم میں سلطان ٹیپو کے خلاف ہم جنگ کر رہے ہیں۔ میں

نے ایک فوجی دستے کو لے کر قلعے پر حملہ کیا۔ زبردست جنگ کے بعد سلطان ٹیپو کی فوج نے ہمیں شکست دے دی۔ میں سخت زخمی ہو کر فرار ہو گیا اور اس جنگل میں آگیا۔ اس بوڑھے نیک دل کسان نے مجھے جھونپڑی میں پناہ دی۔"

پھر اس بوڑھے انگریز نے بتایا:

"میں مر رہا ہوں۔ تم میرا علاج نہیں کر سکتے۔ تم ہندوستانی

نہیں ہو اس لیے میں تم پر اعتبار کرتا ہوں۔ سنو میرے پاس ایک

ایک خاص کاغذات ہیں۔ اگر تم سرنگا پٹم انگریزی فوج کے کیمپ میں

جا کر جنرل نکلسن کو یہ کاغذات پہنچا دو تو میں آرام سے جان بے سکون

گا۔ یہ بڑے ضروری کاغذات ہیں۔ کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ میری امانت

جنرل تک پہنچا دو گے؟"

بوڑھا انگریز مر رہا تھا۔ عین نے کہا:

"میں وعدہ کرتا ہوں لیکن ایک شرط پر۔ اور وہ یہ ہے کہ ان

کاغذات سے سلطان ٹیپو کی زندگی کو تو نقصان نہیں پہنچ سکتا؟"

انگریز نے کہا:

"نہیں، ان کاغذات کا سلطان ٹیپو سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہ ہماری فوج کے بارے میں ہیں۔ یہ میری آخری خواہش ہے۔ کیا تم

ایک مرتے ہوئے انسان کی آخری خواہش پوری نہیں کر دو گے بیٹے؟"

عین نے ناگ کی طرف دیکھا۔ ناگ نے کہا:

”یہ جگہ تنگ سی ہے۔ کیوں نہ آگے چل کر کوئی کھلی جگہ

دیکھیں۔“ وہ گھاٹی سے باہر نکل آئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک ٹیلے پر کسی پرانے قلعے کا کھنڈر ہے، جس کی برجیاں ٹوٹ پھوٹ چکی ہیں۔ باہر ایک چبوترے پر ہیل کا کلابٹ بنا ہوا ہے جس کا ایک سینک ٹوٹا ہوا ہے۔

ناگ بولا:

”یہ جگہ ٹھیک رہے گی۔ ہم اس چبوترے پر رات بسر کریں

گے۔“

ٹیلے پر چڑھ کر وہ چبوترے پر آ کر بیٹھ گئے۔ یہ چبوترہ پرانے زمانے کا تھا۔ اس کا فرش پتھر کا تھا اور جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ اس کی ایک رونٹ بھی تھی۔ ناگ رونٹ میں بڑے آرام سے ٹیک لگا کر لیٹ گیا۔

”بڑی اچھی جگہ ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ میں تو

اسی جگہ سو رہوں گا۔“

عنبہ بھی سامنے والی رونٹ میں جا کر لیٹ گیا۔

”اور میں اس جگہ رات بسر کر لوں گا۔ اگرچہ ہمیں نیند کی

کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، لیکن میرا خیال ہے کہ جب اتنی خوشگوار ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہو تو کچھ دیر سو کر آرام کر لینا چاہیے۔“

”ٹھیک ہے۔ ہم کا غذات پہنچانے کی کوشش کریں گے۔“
بوڑھے انگریز نے بوڑھے کسان کی طرف دیکھا۔ بوڑھے کسان نے جھوپڑی کے کونے سے زمین کھود کر چرٹے کا ایک چھوٹا سا ٹوا دیا۔
”یہ اس ٹوے میں وہ ضروری کا غذات ہیں جو تمہیں جہل نکلسن کو دینے ہیں۔ میں مرنے کے بعد تمہارے لیے جنت کی دعا کروں گا۔ خدا تم دونوں کو خوش رکھے۔“

اتنا کہ کر بوڑھے انگریز نے آخری ہچکی لی اور مر گیا۔ عنبہ نے جٹوہ جیب میں رکھ لیا۔ پھر انہوں نے مل کر جھوپڑی کے سامنے ایک قبر کھودی اور انگریز کی لاش کو دفن کر دیا۔ کچھ دیر وہاں بیٹھ کر عنبہ اور ناگ بوڑھے کسان سے باتیں کرتے رہے اور سرنگا پٹم کو جانے والے راستے کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے۔

دوپہر کے بعد انہوں نے بوڑھے سے اجازت لی اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ بیل گاڑیوں کے قافلے سے وہ وزیگا پٹم کے سومیل آگے جا کر جدا ہو گئے تھے، کیونکہ قافلہ وہاں سے واپس چلا جاتا تھا۔ شام تک دونوں دوست پہاڑی ٹیلوں میں سفر کرتے رہے۔ جب رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تو وہ ایک کھائی میں سے گزر رہے تھے۔ عنبہ نے ایک طرف غار کے چھوٹے سے کھوہ کو دیکھ کر کہا:

”یار میرا خیال ہے اس جگہ رات بسر کرتے ہیں۔“

یہاں گھاٹی ختم ہوتی تھی۔ ناگ بولا:

عجز نے انگریز کا ہتھو جیب میں اندر کر کے دیکھ لیا اور ہوا
 خدا ہائے اس ہتھو میں کیا ہے ؟
 ناگ بولا :
 " میرا تو خیال ہے کہ ہم اس ہتھو کو سلطان ٹیپو کو جاکر
 اسے دیتے ہیں ۔
 عجز نے کہا :

" یہ امانت میں خیانت ہوگی ۔ ہم نے مرنے والے انسان سے
 وعدہ کیا ہے اسے پورا کرنا ہوگا ۔"

ناگ خاموش رہا ۔ پھر بولا :
 " کم از کم ہتھو کو کھول کر تو دیکھیں کہ کاغذ میں کیا لکھا
 ہے ۔ اگر اس میں سلطان ٹیپو کے غلامت کسی سازش کا ذکر ہے تو
 کم از کم میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ اسے مٹا کر دو ۔"

عجز نے جیب سے ہتھو نکال کر کھولا ۔ اس کے اندر ایک موٹی
 کاغذ تھ کر کے دکھا ہوا تھا ۔ ناگ نے پتھروں کو رگڑ کر آگ جھلائی ۔
 آگ کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ موٹی کاغذ پر ایک نقشہ بنا ہوا
 تھا اور انگریزی میں ان نوہوں کی تعداد اور گولہ بارود کا ذکر تھا جو
 پنجاب کے سکھ حکم میں انگریزوں کو روانہ کر چکے ہیں ۔

عجز نے کہا :
 " کوئی ایسی بات نہیں ہے ۔ میدان جنگ میں ایسا ہوتا

یہ جانتا ہے ۔ یہ کاغذ ہم جس کی امانت ہے اسے پہنچا دیں گے ۔
 ناگ بولا :

" لیکن میں سلطان ٹیپو کی فوج کے جنرل کر رہی ہوں
 کہ پنجاب کے سکھوں کی طرف سے انگریزوں کو بھاری فوجی امداد
 اور گولہ بارود ملنے والا ہے ۔"

" ہاں ، تم ایسا کر سکتے ہو ۔ بلکہ میں خود یہ بات بیان کر دوں گا ۔
 آج بچنے لگی تھی ۔ ناگ اور عجز اب ماریا کے بارے میں باتیں
 کرنے لگے ۔

" جوگی بابا کی پیشین گوئی غلط نہیں ہو سکتی ۔ خدا نے چاہا تو ماریا
 جن ہیں دریائے کاویری کی وادی میں ضرور مل جائے گی ۔"

ناگ بولا :
 " مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ اس پر کسی جادوگر کی گرفت ہو گئی
 ہے ۔"

" خدا نے چاہا تو وہ جادوگر کے پنجے سے نکل چکی ہوگی ۔
 چونکہ انہوں نے مرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا اس لیے وہ اوتھنے
 لگے ۔ وہ سندنل کے جنگلوں کی طرف سے ٹھنڈی ٹھنڈی خوشبو والی ہوا
 کے جھونکے آرہے تھے ۔ ناگ ویسے ہی خوشبو والی ہوا میں مست ہو جایا کرتا
 تھا جیسا کہ گرمیوں کے موسم میں وہ سانپ مست ہو جاتے ہیں جو رات
 کو رانی کی جھالوں میں بیٹھے ہوں ۔ پہلے ناگ کو نیشہ آگئی اس کے

بعد عینر اونگھتے او گھتے نیند کی دنیا میں گم ہو گیا۔

اب ایسا اتفاق ہوا کہ آدھی رات کو اس طرف تین ٹھگ بھی آئے۔ قلعے کا یہ کنڈر ان کا ٹھکانا تھا۔ ابھی ابھی انہوں نے دو مسافروں کا رومال سے گلا گھونٹ کر انہیں ہلاک کر ڈالا تھا اور ان کے چاندی کے روپوں کی تھیلی لوٹ کر آپس میں بانٹنے کے لیے ٹھکراتے ہوئے آ رہے تھے۔ یہ ہندوستان کے مشہور ٹھگوں کے ساتھی تھے۔ یہ لوگ آدھی رات کو گھات لگا کر بیٹھ جاتے ہیں، جب کوئی اکتا و بکا مسافر ادم سے گزرتا ہے تو اس کے گلے میں رومال ڈال کر اتنی تیزی سے گلا گھونٹ ڈالتے ہیں کہ مرنے والے کو خبر بھی نہیں ہوتی۔

تینوں ٹھگ آپس میں باتیں کرتے بڑے بڑے مزے مزے پلے آ رہے تھے۔ جب وہ چبوترے کی طرف آئے تو اچانک ایک ٹھگ نے دوسرے کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ تینوں وہیں چھپ گئے اور ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں عینر اور ناگ کو تکیے لگے۔ ایک ٹھگ نے آہستہ سے کہا:

”کوئی مسافر گتے میں۔ چلو ان کا بھی صفایا کرتے ہیں۔ ضرور ان کے پاس مال ہوگا۔“

دوسرا ٹھگ بولا:

”یہ کام میں کروں گا اور سن رکھو، جتنا مال نکلا، اس کا آدھا میرا ہوگا۔ دوسرے آدھے کے تم دونوں حقدار ہو گے۔“

دونوں ٹھگ راضی ہو گئے۔ کیونکہ یہ ٹھگ ان کا سردار تھا۔ عینر اور ناگ چبوترے پر آٹنے سانسے روٹ پر سو رہے تھے۔ ایک ایک ٹھگ دبے پاؤں چل کر ان کے سر ہانے آ کر کھڑا ہو گیا۔ سردار ٹھگ نے لال رومال اپنے ہاتھ میں لے کر اس کا کونا انگلیوں میں دبایا اور آگے بڑھا۔

یہ ناگ کی نورس قسمتی تھی کہ سردار ٹھگ اس کے بچائے عینر کی طرف آ گیا کہ سپنے سے ہلاک کرے۔ اگر بد قسمتی سے ٹھگ کا رخ ناگ کی طرف ہو جاتا تو یہ لوگ اپنے کام میں اس قدر ماہر ہوتے تھے کہ ناگ کا زندہ بچنا بہت مشکل تھا۔ وہ ایک سیکنڈ کے اندر ناگ کے گلے میں رومال کا پھندا ڈال کر اسے ہلاک کر دیتا۔ ناگ اسی طرح گہری نیند سو رہا تھا۔

سردار ٹھگ عینر کے قریب آ کر جھک کر بیٹھ گیا۔ عینر نیند کی دنیا میں گم تھا۔ عینر کبھی نہیں سوتا تھا، لیکن جب سوتا تو پھر گھوڑے بیچ کر سوتا تھا۔ سردار ٹھگ نے رومال کو بجلی کی طرح لہرایا اور پھر اسے عینر کی گردن میں ڈال کر پھندے کو پوری طاقت سے کس دیا۔ وہ دیکھ کر طرف سے عینر کو مار چکا تھا۔ لیکن سردار ٹھگ نے محسوس کیا کہ جس سونے ہوئے مسافر کی گردن میں اس نے رومال کا پھندا ڈالا ہے، اس کی گردن لوسہ کی طرح سخت ہے۔ وہ حیران ہو کر رومال کو دوسری بار عینر کی گردن میں ڈالنے لگا تو عینر کی آنکھ کھل گئی۔

عینہ کی آنکھ کا کھٹا ہی ہست تھا۔ اس نے اپنے اوپر دو ٹوک کر
کو اور ایک آدمی کو ناگ کے سر ہانے کھڑے دیکھا تو سارا معاملہ
گیا کہ یہ ڈاکو ہیں اور ان کو مار کر لوٹنا چاہتے ہیں۔ عینہ کو ناگ
کی فکر پڑ گئی۔ کیونکہ ناگ کو سوتے میں قتل کیا جاسکتا تھا۔ عینہ
نے زور سے ناگ کو آواز دی۔ ناگ ایک دم جاگ پڑا۔ تینوں ٹھگ
بھی ہوشیار ہو گئے۔ انہوں نے حملہ کر دیا، لیکن بھلا وہ عینہ اور ناگ
کا کیا بگاڑ سکتے تھے۔ عینہ نے اپنی پرانی مصری زبان میں کہا کہ فدا
مٹا کرتے ہیں۔

ناگ سمجھ گیا کہ عینہ کس قسم کا تماشا کرنا چاہتا ہے۔

عینہ اداکاری کرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر بولا:

”حضور! ہمیں آپ کیوں مارنا چاہتے ہیں۔ ہم تو غریب مزدور

ہیں۔“

ناگ بھی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور بڑی عاجزی سے بولا:

”غریب لوگ ہیں۔ رہنے کو ٹھکانا نہیں۔ جنگل میں رات آ

گئی تو یہیں پڑ کر سو گئے۔ معاف کر دیں۔“

سردار ٹھگ نے قہقہہ لگایا اور کڑک کر بولا:

”تم لوگوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ اب ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑ

سکتے۔ بس مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

عینہ نے ہاتھ باندھ کر کہا:

”حضور! ہمارے پاس جو چاندی کے سکے ہیں، وہ سے لیں اور

ہمیں نہ ماریں۔ ہم بال بچے وار غریب مزدور ہیں۔ شہر سے مزدوری کرتے

نکلے تھے۔ ہماری جان بخشی کر دیں۔“

دونوں ٹھگوں نے خنجر نکال رکھے تھے اور سردار ٹھگ کے حکم

کا انتظار کر رہے تھے۔ سردار ٹھگ نے عینہ کی طرف گھور کر دیکھا

اور پوچھا:

”اتو کے پٹھے، یہ بتاؤ تم نے گردن میں کوسے کا پٹا ڈال رکھا

ہے کیا؟ تمہاری گردن اتنی سخت کیوں تھی؟“

عینہ نے جھٹ کہا:

”حضور! میری گردن آپ کے خوف کے مارے پتھر کی ہو گئی

ہے۔“

سردار ٹھگ غصے سے گر جا:

”بجو اس بند کرد، تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو۔ جانتے ہو میں

اس علاقے کا سب سے بڑا ٹھگ ہوں۔ میں سیکڑوں آدمیوں کو اس

روہاں کی مدد سے ہلاک کر چکا ہوں۔ تم بھی مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

عینہ نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

”ناگ بھائی، یہ لوگ تو بالکل ہی نہیں مانتے۔ اب کیا خیال

ہے تمہارا؟“

ناگ نے کہا:

”میرا خیال ہے پہلے میں مر دوں گا۔“

پھر وہ سردار ٹھگ کی طرف دیکھ کر بولا :

”سردار ٹھگ جی، پہلے مجھے مارنا۔ مجھے مرنے کا بڑا شوق ہے۔ لیکن ذرا سنبھل کر آؤ، کیونکہ میں بہت کمزور ہوں۔“

سردار ٹھگ نے جھنجھلا کر اپنے ساتھیوں سے کہا :

”منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ قتل کر دو ان مسخروں کو۔ بعد میں ان کی تلاشی لیں گے۔“

عزیز نے ناگ کو سیٹی مار کر کہا :

”ناگ بھائی اب ذرا ان کو تھوڑا تھوڑا مڑا چکھا دو۔ کم بختوں

نے ہماری نیند خراب کر دی ہے۔“

ناگ نے سر جھکا کر کہا :

”جو حکم میرے آقا۔“

سردار ٹھگ کو بے حد غصہ آنے لگا کہ یہ کس قسم کی باتیں کر رہے

ہیں۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر دیا۔ دونوں ٹھگ نصیر نے

ناگ اور عزیز پر ٹوٹ پڑے، مگر اس دو طعن میں ناگ نے ایک گہرائی

یا ارد وہ چڑھا بن کر پھر سے اڑ کر کھنڈر کے ایک بڑج میں جا کر بیٹھ

گئی۔ تینوں ٹھگ ذنگ رہ گئے کہ ابھی ابھی جو ایک انسان وہاں کھڑا

کھتا وہ کہاں غائب ہو گیا۔

عزیز نے قہقہہ لگا کر کہا :

”آؤ دوستو، اب مجھ پر حملہ کرو۔“

سردار ٹھگ نے جیب سے لبا چاقو نکال کر عزیز پر ٹوٹ کر دیا۔

جون ہی اس نے چاقو عزیز کی گردن پر مارا۔ چاقو ٹوٹ کر دوڑ جا پڑا۔

عزیز نے سردار ٹھگ کو ٹانگ سے پکڑ کر اوپر اٹھا لیا اور پھر اپنے

سر کے اوپر گھا کر دو چکر دیے اور زور سے چبوترے کی دیوار کے ساتھ

دے مارا۔ ایک پٹاخے کی سی آواز آئی اور قاتل سردار ٹھگ کے

تین ٹکڑے ہو گئے۔ اتنے میں ناگ بھی پیٹیر سانپ بن کر پھن

اٹھائے وہاں آ کر زور سے پھنکا مارا۔ دونوں ٹھگ پہلے ہی اپنے سردار

کا بھیا تک انجام دیکھ کر خوف زدہ تھے۔ اب جو انہوں نے ایک

کاٹا سانپ پھن اٹھائے اپنی طرف آتا دیکھا تو دہشت سے کانپنے

لگے۔ عزیز نے ناگ سے کہا :

”ناگ یہ قاتل ہیں، ان کو زندہ نہ چھوڑنا۔“

اس پر دونوں ٹھگ ہاتھ باندھ کر بولے :

”اے دیوتا، ہم نے آج تک کسی کو نہیں مارا۔ سارے قتل ہمارے

سردار نے کیے تھے۔“

اس کے ساتھ ہی انہوں نے ناگ کے آگے سجدہ کر دیا۔ وہ

ناگ کو سانپوں کا دیوتا سمجھ رہے تھے۔ یہ ہندو لوگ تھے اللہ سانپوں

کی ہی پوجا کرتے تھے۔ ناگ نے اپنا پھن گھا کر عزیز کی طرف دیکھا۔

عزیز نے کہا :

”اگر یہ قاتل نہیں ہیں تو ٹھیک ہے، انہیں معاف کر دو۔“
 ناگ نے پشکار مادی اور انسان کی شکل میں آگیا۔ ٹھگ تو
 مردان پریشان تھے۔ سجدے سے اٹھ کر گرد گرد لئے۔

”ناگ دیوتا، جس معاف کر دو۔“

ناگ نے عجز سے کہا:

”عجز بھائی، انہیں یہاں سے بھگا دو۔ کم بخت بہاری نیند غراب
 لے کر کہاں سے آگئے ہیں۔ کئی سو سال کے بعد کہیں آکھ ملے گی؟“

قبر نما انسان

عجز نے ٹھگوں سے کہا:

”اچھا ہم تمہیں معاف کرتے ہیں۔ تمہاری جان بخشی کرتے ہیں
 مگر ایک وعدہ کرو کہ تم نے جن لوگوں کا مال و دولت لوٹا ہے وہ ان
 کے گروں میں ایسا مادی سے جا کر واپس پہنچا دو گے؟“
 ٹھگ ہنسے:

”اسے دیوتا، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ سب کا مال آن کے مال
 بچوں کو جا کر واپس کر دیں گے۔“

ناگ نے غرور کرتے ہوئے کہا:

”یاد رکھو، اگر تم نے ایسا نہ کیا اور اپنے وعدے سے بچ گئے
 تو میں دیوتا ہوں۔ میں اسی وقت جانب بچ کر آ جاؤں گا اور تمہیں
 دس کر ہلاک کر دوں گا۔“

ٹھگ سجدے میں گر پڑے۔

”اسے دیوتا، ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے۔“

عجز نے انہیں سجدے سے اٹھا دیا۔

”بہرہ صدمت خدا کو کیا جاتا ہے۔ کسی انسان کو سہم نہیں کیا جاتا۔
اب تم یہاں سے جاگ جاؤ اور جہاں مال دولت جمع کر رکھی ہو وہاں
سے نکال کر لوگوں میں بانٹ دو۔“
”جو حکم دیتا مہاراج :“

اور شاگ باغہ بازہ کر چلے اور ڈرتے ڈرتے پیچھے مڑے۔
اور اندھیرے میں گم ہو گئے۔ شاگ نے ان کے جانے کے بعد جہز سے
کہا :

”اب میرا خیال ہے سونا بے کار ہے۔ رات کا بچھا پیر ہو گیا
ہے۔ گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے بعد صبح ہو جائے گی۔ اس لیے آگے چلتا چاہیے :“
”اچھا خیال ہے :“

جہز نے کہا۔ وہ دونوں چوتھے پر سے نیچے اترے اور قلعے
کے کنڈر گئی پرانی سیاہ کالی دیوار کے قریب سے گزرتے ہوئے آگے کی
دوٹ پل پڑے۔ ابھی چاروں طرف مات کا اندھیرا تھا۔ صدمت آسمان پر
جہاں سورج کے نکلنا تھا۔ وہاں تھوڑی تھوڑی نیل روشنی ہو گئی تھی۔ پرانے
قلعے کی کالی کالی دیواروں سے نکلی کر دونوں بے سفر کے پرانے دوست
اور ساتھی اندھیرے میں ایک کچے راستے پر چلنے لگے۔ یہ پاک ڈنڈی سی تھی
اور اہل کے درختوں میں سے ہو کر ایک وادی میں چل گئی تھی۔ اس وادی
چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلے ہی چلے تھے۔ ان کے درمیان میں آگے جا کر ایک
وادی آجاتی تھی۔ جہاں میں ایک چوتھے پر کھائے پھروں کی بارہ وادی بھی

پہرانی عمارتوں میں سے تھی۔ اس کے ستونوں پر بلیس چڑھی ہوئی تھیں
چلتے چلتے جب جہز اور شاگ پس بارہ وادی کے پاس آئے تو
انہیں کسی کے گھر سے گھر فرماتے سانس لینے کی آواز آئی۔ جہز نے
شاگ کی طرف دیکھا۔ اندھیرے میں شاگ کی سرخ آنکھیں بھی چمک رہی
تھیں اور معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ یہ سانس لینے کی آواز
کس گھر سے کی ہے ؟ شاگ نے آہستہ سے کہا :

”شاگ کوئی ریکھ ہے۔ ہوشیار رہنا :“

”رکھ گئے۔ بے سانس کی آواز رگ گئی۔ وہ پھر آگے بڑھے۔
چند قدم چلے تھے کہ پھر وہی آواز آئی۔ اس بار آواز بہت قریب
سے آ رہی تھی۔ وہ کسی انسان کی آواز معلوم ہوتی تھی۔ جہز نے
اندھیرے میں شاگ کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا :

”شاگ : یہ تو کسی انسان کی آواز ہے :“

شاگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چوکتا ہو کر دائیں بائیں طرف
سے دیکھ رہا تھا۔ بارہ وادی سفید تھی۔ جہازوں میں ایک ایک کھول
رہا تھا جو اب سانس کی دہشت پھر آواز سن کر چپ ہو گیا تھا۔
جہازوں میں سربراہت ہوئی۔ جہز اور شاگ نے چپ کر دیکھ جہازوں
تھاڑی ہو گئیں۔ جہز نے ایک شاگ کو بٹے دیکھ لیا تھا۔

شاگ نے کہا :

”تم یہاں مشہور۔ میں جا کر دیکھتا ہوں۔ جہازوں میں کون ہے ؟“

ناگ جہاڑیوں کے اندر چلا گیا۔ یہ جنگلی جھاڑیاں تھیں جو بہت
بڑے گہر میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے اندر تھوڑی سی زمین خالی
تھی۔ اس زمین میں ناگ کو ایک قبر نظر آئی جو کھلی تھی۔ وہ اس
پر جھک کر دیکھنے لگا۔ قبر کے اندر ایک تابوت کھلا پڑا تھا۔ وہ
عنز کو بلائے کے لیے پیچھے مڑا ہی تھا کہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ اس کے
پیچھے ایک بے بازوؤں والا اونچے قد کا سیاہ لباس پہنے ایک قبر نما
انسان کھڑا تھا جس کی گردن پر انسانی سر کی بجائے قبر کا کتبہ یعنی قبر
کا پتھر لگا تھا۔ قبر نما انسان کے ہاتھوں نے بجلی کی طرح حرکت کی
اور ناگ کی گردن کو آگے بڑھ کر دبوچ لیا۔

ناگ ایک سیکنڈ کے اندر اندر سمجھ گیا کہ یہ کوئی قبر کی جگہ
اور اسے ہلاک کرنا چاہتی ہے۔ اس نے اپنے آپ کو پھرنے کی کوشش
کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کا سارا جسم قبر نما انسان کے ہاتھ لگنے
سے بدن کی طرح ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ اس نے گہرا سانس لیا اور دوسرے
ہی لمحے وہ اونچا لمبا بہت بڑا ناٹھی بن گیا۔

ناگ کو معلوم تھا کہ اگر وہ سانسب یا چڑیا بنا تو یہ قبر نما
انسان اسے مٹھ میں ہی کچل کر رکھ دے گا۔ وہ کوئی ایسا جانور بننا
چاہتا تھا جو بہت بڑا ہو اور قبر نما انسان کے ہاتھوں سے فوراً نکل
سکے۔ ناٹھی بننے ہی ناگ زور سے چنگھاڑا اور اپنی سونڈ سے قبر
نما انسان پر حملہ کر دیا۔ قبر نما انسان نے کھلی قبر کے تابوت میں چھلانگ

ماری۔ ناگ کی چنگھاڑ کی آواز سن کر عنز یک کر جہاڑیوں کے اندر
آ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک ناٹھی کھڑا اپنی سونڈ سے قبر کو
اکھاڑ رہا ہے۔
عنز نے کہا:

”کیا ہوا ناگ! یہاں کون تھا؟“

ناگ اسی وقت انسانی شکل میں واپس آ گیا اور قبر نما انسان
کے پاس میں عنز کو بتایا۔ عنز بھی حیران ہوا کہ اس قسم کا جھوٹ
تو انہوں نے کبھی نہیں دیکھا کہ جس کا سارا جسم انسان کا ہو اور سر
پر قبر کا پتھر لگا ہوا ہو۔ وہ قبر میں اتر گئے۔ قبر نما انسان نے
تابوت کا ڈھکن کھول کر ہر پھینک دیا۔ تابوت اندر سے اٹکی
خالی تھا۔

”وہ کہاں چلا گیا؟“ ناگ بولا: ”اس نے میری آنکھوں کے
سامنے اس تابوت میں چھلانگ لگائی تھی۔“
عنز نے کہا:

”اسے جانے دو ناگ۔ یہ کوئی آسیب تھا۔ چلو یہاں سے نکل

چلتے ہیں۔“

وہ قبر سے باہر نکل آئے اور جہاڑیوں سے گزر کر آگے روانہ ہو
گئے۔ وہ ابھی تک قبر نما انسان کی باتیں کر رہے تھے کہ وہ کون تھا؟
کہاں سے آیا تھا اور اس نے ناگ کو ہلاک کرنے کی کوشش کیوں کی تھی؟

دور انہیں پچھلے پہر کے اجماعے میں ایک شہر کی تفصیل اور مکانوں کے دھندے دھندے خاکے نظر آئے۔ یہ میسور کا شہر تھا۔ شہر کی تفصیل کے اوپر بھاری توپوں کے خاکے بھی ابھر رہے تھے۔ دوسری طرف سامنے میدان میں انگریزی فوج نے کیمپ لگایا ہوا تھا۔ اس کے خیموں کی قطاریں دور تک چلی گئی تھیں۔

عین نے کہا :

”یہ انگریزی فوج ہے جس نے سلطان ٹیپو کے شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اسی کیمپ میں کہیں جنرل نکلسن کا خیمہ بھی ہے جسے میں نے بوڑھے برٹیل کی دی ہوئی امانت واپس کرنی ہے۔“

ناگ نے کہا :

”تو چلو سب سے پہلے اسے اس کی امانت جاکر واپس کیجے۔ پھر شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے کیونکہ دروازے کا دیوڑھی شہر کی دیوار کے دوسری طرف بہتا ہے اور اسی دیوار پر ہیں مارا کے ملنے کی امید ہے۔“

سورج نکل چکا تھا۔ جب عین اور ناگ انگریزی فوج کے کیمپ کے قریب پہنچے۔ نیل وردی واسے دو انگریز سنگینوں والی مٹی پرانی بندھنیں اٹھائے پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے جو دو سالوں کے لڑکوں کو کیمپ کی طرف بے خوفی سے آتے دیکھا تو وہیں پلٹ کر کہا، ”ناٹ! اور سنگینوں کا رخ ان کی طرف کر دیا۔“

ناگ نے آگے بڑھ کر کہا :

”ہم مصر کے باشندے ہیں۔ ہندوستانی نہیں ہیں۔ یہیں جنرل نکلسن سے ملنا ہے؟“

گورے نے جب انہیں صاف انگریزی زبان میں بات کرتے سنا تو پوچھا :

”تم لوگ کہاں سے آ رہے ہو؟“

عین نے کہا :

”ہم ستیاج ہیں۔ ملک ملک کی سیر کرتے لٹکا کی طرف سے ہندوستان میں داخل ہوئے ہیں۔“

دوسرے انگریز فوجی نے سنگین عین کی سپلی میں چھو کر کہا :

”تم بکواس کرتے ہو۔ تم سلطان ٹیپو کے جاسوس ہو۔ چلو اور“

اور وہ عین اور ناگ کو دھکیلتے ہوئے ایک کیمپ میں لے گئے، جو ان کی جیل کو ٹھہری تھی۔ عین نے بہت کہا مگر کسی نے ان کی بات نہ سنی۔ آخر جب ایک انگریز کپتان نے دھن سے آکر پوچھ گچھ کی تو عین نے جیب سے چمڑے کا ٹوہ نکال کر کہا :

”مجھے تہذیبی فوج کے ایک بوڑھے جنرل نے مرے وقت بڑھ دیا تھا کہ میں اسے جنرل نکلسن کو پہنچا دوں اور ہم نے امانت دینے اور آئے تھے کہ تمہارے فوجیوں نے جیسے پکڑ لیا۔ برائے مہربانی میں جنرل نکلسن کے پاس سے چلو۔“

انگریز کپتان نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سہ سے پاؤں تک جوڑ
اور ناگ کو ہٹا رہا، پھر اس کے ماتھے سے ہٹوہ لیتے لگا تو عین نے ہٹوہ
پیچھے کر لیا :

”یہ ہٹوہ ایک خاص دستاویز ہے۔ اسے صرف جنرل نکسن
کے ہاتھ لے کر لیا جائے گا۔“

انگریز کپتان نے کہا :

”جنرل نکسن کو ملنا بہت مشکل ہے۔ وہ اس وقت جنگی

لاٹرنس میں ہے۔ یہ ہٹوہ تم مجھے دے دو۔ میں اسے پہنچا دوں گا۔“
عین نے انکار کر دیا۔ اس پر انگریز فوجی نے عین کے منہ پر
ذور سے مکا مارا اور ہٹوہ پھینکنے کی کوشش کی۔ عین نے انگریز کپتان
کو گروں سے پکڑ کر چوہے کی طرح زمین سے اوپر اٹھایا اور پھر آہستہ
سے جھکا دے کر نیچے پھینک دیا۔ انگریز کپتان عین کی طاقت دیکھ کر
دنگ رہ گیا۔ اس نے آج تک ایسا طاقت ور لڑکا نہیں دیکھا تھا۔
وہ سمجھا، ڈر گیا اور بولا :

”میں۔ میں نہیں جنرل نکسن سے ملانے دیتا ہوں۔ میرے
ساتھ آؤ۔“

غیر ادا ناگ کو نے کر انگریز کپتان جنرل نکسن کے کیمپ کی طرف
پہل پڑا۔ جنرل کا کیمپ فوجی کیمپوں کے درمیان میں تھا۔ وہاں بڑا
نبردست پہرہ تھا۔ عین اور ناگ کو باہر کھڑا کر کے انگریز کپتان

چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک اونچا لمبا جرنیل نیلی اور سنہری وردی
میں بڑی شان سے چلتا عین کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور اپنی نیلی مری
آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا :

”لڑکے، تم ہمارے جنرل کی امانت لاتے ہو۔“

عین نے جواب دینے کی بجائے ہٹوہ آگے کر دیا۔ جنرل نکسن اپنے
دوست اور ساتھی جنرل کے ہٹوے کو سپہانٹا تھا۔ اس نے جلدی سے
ہٹوہ لے کر اسے کھولا۔ اس کے اندر ایک مومی کا غڈ لپٹا ہوا تھا جس
پر پنجاب سے آنے والی فوجی امداد کی نقل و حرکت اور تعداد لکھی ہوئی
تھی۔ جنرل نکسن تو حیران رہ گیا۔ اس کا غڈ کی اسے بہت ہی ضرورت
تھی۔ اس نے خوش ہو کر عین اور ناگ کے کندھوں پر ماتھ رکھ دیے
اور بولا :

”میرے بچو، تم نے ایک قیمتی امانت واپس کر کے بہت بڑی
ایمانداری کا ثبوت دیا ہے۔ آؤ میرے ساتھ ناشتا کرو۔“
عین بولا :

”شکریہ، ہم ناشتا نہیں کیا کرتے۔ ہم نے آپ کی امانت آپ
کو پہنچا دی ہے۔ اب ہمیں اجازت دیں۔“

”تم کہاں جاؤ گے؟ شہر کے دروازے بند ہیں۔ تم شہر میں
داخل نہیں ہو سکو گے۔ کیونکہ تم مسلمان ہو اور سلطان کیپو کو جا کر
ہماری خبر دینے کی ضرورت کو شش کرو گے۔ ٹھیک ہے، میں تمہیں اس سے

نہیں روکوں گا، مگر تم شہر میں داخل نہیں ہو سکو گے۔
عہز نے کہا:

”جنرل صاحب، سلطان ٹیپو کو خبر دینے یا نہ دینے سے کوئی
فائدہ یا نقصان نہیں ہوگا۔ اس جنگ کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اس
کی ہمیں پہلے ہی سے خبر ہے۔“

”یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟ جنرل نکلسن نے حیرانی سے پوچھا۔
عہز نے کہا:

”اس لیے کہ ہم یہ جنگ پہلے بھی دیکھ چکے ہیں۔“
”کیا مطلب؟“

جنرل نکلسن نے اب مسکراتے ہوئے پوچھا۔ کیونکہ وہ ان دونوں
کو کوئی پاگل خیالی کر رہا تھا۔ جنہوں نے بہر حال ایک قیمتی امانت
مزدور واپس کر دی تھی۔ ناگ سمجھ گیا کہ جنرل ان کو پاگل سمجھ رہا ہے۔
اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا:

”جنرل صاحب، ہم پاگل نہیں ہیں۔ آپ سے زیادہ ہوشیار
اور عقلمند ہیں۔ ہم پانچ ہزار سال سے سفر کرتے آ رہے ہیں اور ایک
بار پہلے بھی یہاں سے گزر چکے ہیں۔ اب ہم پانچ ہزار سال کے واپسی
کے سفر پر ہیں۔ اس لیے ہم جانتے ہیں کہ اس جنگ کا کیا انجام ہو
گا۔ ایک بار پہلے بھی یہ جنگ ہمارے سامنے لڑی گئی تھی۔“
جنرل نکلسن کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اپنے انگریز

پکستان کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا کر عہز کے کندھے کو تھپتھپایا اور کہا:
”اچھا، یہ بتاؤ کہ اس جنگ میں کس کو فتح ہوگی؟“

عہز نے ناگ کی طرف دیکھا، جیسے پوچھ رہا ہو کہ کیا ہمیں اس
سوال کا جواب دینا چاہیے؟ ناگ نے سر ہلا دیا۔
عہز نے کہا:

”ہمیں اس سوال کا جواب دینے کی اجازت نہیں ہے۔ اچھا
خدا حافظ۔“

عہز اور ناگ نے جنرل نکلسن سے اجازت لی اور کہا کہ انہیں
حفاظت کے ساتھ فوجی کیمپ سے باہر دریائے کاویری پر پہنچا دیا
جائے۔ جنرل نے ایک بار پھر ان دونوں کا شکریہ ادا کیا اور دونوں
ساتھ کر دیے جو دونوں کو ساتھ لے کر فوجی خیموں سے باہر میدان کی
آخری سرحد تک چھوڑ آئے۔ عہز اور ناگ انگریزی فوجی کیمپ سے
تھوڑی دور جا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ ان کے سامنے کچھ
فاصلے پر میسور شہر کی اوپنی فصیل تھی۔ جس پر توپیں لگی ہوئی تھیں۔
اور سلطان ٹیپو کی فوج کے سپاہی برہمنوں میں کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔
دھوپ خوب نکلی ہوئی تھی۔ فضا میں گرمی تھی۔

ناگ نے کہا:

”میرا خیال ہے ہمیں سب سے پہلے دریائے کاویری پر جا کر مارا

کا انتظار کرنا چاہیے۔“

عجیز ۱۰ :

”دریائے کا ویری یہاں سے دو میل کے فاصلے پر شہر کے دوسری
پہاڑی بہتا ہے۔ ہم وہاں کس جگہ بیٹھ کر ماریا کا انتظار کریں؟“
”یہ وہاں چل کر دیکھ لیں گے۔“ ناگ نے جواب دیا۔

دونوں دوست میدان کے کنارے ہو کر دریا کی طرف
روانہ ہو گئے۔ دریائے کا ویری چھوٹے چھوٹے سیاہ ٹیلوں میں سے تیزی
نکل کر شہر کی فصیل کے ساتھ ساتھ بہ رہا تھا۔ ادھر بھی سلطان ٹیپو
کے سپاہی پہرہ دے رہے تھے کہ کہیں انگریزی فوج کے دستے دریا کے
دائیں شہر کی فصیل پر نہ چڑھ آئیں۔

عجیز اور ناگ دریا کے کنارے آکر رُک گئے۔ دریا کا پانی
بڑی تیزی کے ساتھ بہ رہا تھا۔ انہوں نے قریب ہی نیم کے درختوں میں
ایک چوتھرہ سا بنا ہوا دیکھا۔ وہ اس خیالی سے اس کی طرف بڑھے۔
کہ وہاں بیٹھ کر ماریا کا انتظار کریں گے۔ جب وہ چوتھرے کے پاس
آئے تو پیچھے سے چھ سات فوجیوں نے انہیں جکڑ لیا۔

”کون ہو تم؟“

یہ سلطان ٹیپو کے سپاہی تھے اور مسلمان مہٹے تھے۔ عجیز اور
ناگ انہیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔ انہوں
نے بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ سیاح ہیں اور دریا کنارے اپنے
ایک دوست کا انتظار کرنے کے لیے آئے ہیں، لیکن سپاہیوں نے ایک

بے سنی اور انہیں پکڑ کر شہر کی فصیل کی طرف لے چلے۔ عجیز نے اپنی
پیرانی مصری زبان میں ناگ سے کہا :
”اب کیا کریں ناگ؟“
ناگ نے کہا :

”یہ مسلمان بھائی ہیں اور ان کا کوئی قصور بھی نہیں ہے۔ ہم
انہیں نقصان بھی نہیں پہنچائیں گے۔ خاموشی کے ساتھ جہاں یہ لے
چارے لے جا رہے ہیں چلے چلو۔ بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ ہم
ماریا کا انتظار شہر کے اندر رہ کر بھی کر سکتے ہیں۔“

سلطان کے فوجیوں نے جو دونوں کو ایک انوکھی زبان میں
بات کرتے سنا تو انہیں اور زیادہ یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ضرور انگریزوں
کے جاسوس ہیں۔ شہر کی فصیل کے قریب ایک خفیہ دروازہ تھا جو اندر
سے بند تھا اور فوجی پہرہ دے رہے تھے۔ باہر سے سپاہیوں نے ایک
خاص لفظ بلند آواز میں دہرایا۔ یہ خاص کوڈ منبر تھا۔ اندر سے دروازے
کی چھوٹی کھڑکی کھل گئی۔ سپاہی عجیز اور ناگ کو لے کر دروازے میں
داخل ہوئے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔
اندر آکر انہوں نے دیکھا کہ چاروں طرف ریت کے بڑے بڑے بورے
پڑے ہیں۔ جگہ جگہ شاہی فوج کے سپاہی پہرہ دے رہے ہیں۔ توپوں
کے گولوں کے ڈھیر لگے ہیں۔ سپاہی دونوں کو لے کر شہر میں سے گزرتے
گئے۔ شہر کے لوگ کچھ پریشان تھے۔ محاصرے کو کئی روز گزر گئے تھے۔

”ناگ خبردار، اپنے غصے کا بدلہ لینے کے لیے ہم اس مسلمان
افسر کو نہیں ماریں گے۔ انتظار کرو۔“
پھر اس نے فوجی افسر کی طرف دیکھ کر کہا:
”کیا تم ہمیں سلطان ٹیپو کے پاس لے جا سکتے ہو؟“
فوجی افسر نے عہز کے منہ پر بھی ایک تھپڑ مار دیا۔
”بد بخت، تمہیں جرات کیسے ہوئی سلطان کا نام لینے کی؟“
شاہ معظّم کو۔“

پھر اس نے اپنے سپاہیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا:
”انہیں اسی وقت قلعے کی دیوار پر لے جا کر قتل کر دو۔“
سپاہی عہز اور ناگ کو کھینچتے ہوئے کوٹھڑی سے باہر لے
گئے۔ چار سپاہی سنگینوں والی بندوقیں اور چار سپاہی ہنگلی تلواریں
لے کر ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ دونوں دوستوں کو قلعے کی
فصیل کے اوپر لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔
عہز نے مسکرا کر ناگ سے کہا:

”دوست، اب کیا ارادے ہیں تمہارے؟“

ناگ بولا:

”ابھی یہ لوگ ہمارے قدموں پر گرے ہوں گے۔
شاہی فوج کے کمانڈر نے رومال اُونچا کرتے ہوئے کہا:
”دونوں کی ایک ساتھ گردنیں اڑا دو۔“

اگرچہ شہر میں کھانے پینے کا بڑا ذخیرہ تھا، پھر بھی لوگوں میں خوف
پایا جاتا تھا۔ لوگ عہز اور ناگ کے تنگ انگریزی فیش کے کپڑوں
کو حیرانی سے دیکھنے لگے۔
انہیں سلطان ٹیپو کے قلعے والے محل کی ایک کوٹھڑی میں
لے جا کر بند کر دیا گیا۔ کچھ دیر بعد انہیں ایک افسر کے سامنے پیش
کیا گیا۔ عہز نے کہا:

”ہم جاسوس نہیں ہیں۔ ہم مسلمان سیاح ہیں اور دریائے
کاویری پر اپنے ایک ساتھی کی تلاش میں آئے تھے کہ سپاہیوں نے
ہمیں گرفتار کر لیا۔“
مسلمان افسر نے گھود کر ان دونوں کو دیکھا۔ اسے یقین تھا کہ
یہ جاسوس ہیں۔ وہ کڑک دار آواز میں بولا:

”جکواس بند کرو۔ تم جاسوس ہو۔ تمہیں موت کی سزا دی
جاتی ہے۔“

عہز نے ناگ کی طرف دیکھا: گویا پوچھ رہا ہو، اب کیا کہتے ہو؟
یہ تو ہمارے مسلمان بھائی ہیں، اب کیا کریں؟

ناگ نے کہا:

”بھائی ہم جاسوس نہیں ہیں۔“

اس پر فوجی افسر نے ناگ کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ ناگ کا خون
کھول اٹھا۔ وہ اس افسر کو ہلاک کرنے ہی والا تھا کہ عہز نے پتلا کر کہا:

جنگ کا زمانہ تھا۔ ہم فیصلے پر اسی وقت عمل کر دیا جاتا تھا۔ دشمن کی فوجیں شہر کے سامنے پڑی تھیں۔ کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا تھا۔ دو سپاہی ننگی تلواریں لے کر عینر اور ناگ کے پیچھے آ گئے۔ انہیں جھکا دیا گیا۔

عینر نے کہا :

”ناگ تم اپنا آپ بچاؤ۔ جلدی“

ناگ نے جواب دیا :

”فکر نہ کرو۔ میں سفید عقاب بن کر اڑنے لگا ہوں“

”ادھر کمانڈر نے ناگ کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ ادھر ناگ

نے ایک سانس لیا اور جب سانس چھوڑا تو وہ سفید عقاب بن کر تیزی سے اوپر فضا میں بلند ہو کر اڑ گیا۔ تلوار واے سپاہی کی تلوار زمین پر جا کر لگی اور ٹوٹ گئی۔ ہم کوئی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگا کہ ابھی ابھی جو ہاسوس وہاں تھا کہاں غائب ہو گیا۔ سفید عقاب ان کے اوپر چکر لگا رہا تھا۔

دوسری طرف عینر کی گردن پر جو تلوار پڑی وہ بھی اس کی سخت لوبے ایسی گردن سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو چکی تھی۔ جلا اپنے ماتھے میں پکڑی ہوئی تلوار کو بار دیکھ رہا تھا۔ وہاں شور مچ گیا کہ دو جادو گر پکڑے گئے ہیں۔

کمانڈر نے بندوق سیدھی کر کے عینر پر گولی چلا دی۔ دھماکا

ہوا۔ بارود کا دھواں نکلا۔ شعلہ بلند ہوا اور گولیاں عینر کے جسم سے ٹکرا کر نیچے گر پڑیں۔ سپاہی پریشان ہو کر ادھر ادھر بٹ گئے۔ ہر طرف شور اٹھا کہ دو جادو گر جاسوس پکڑے گئے ہیں۔ ناگ سفید عقاب کی شکل میں ابھی تک اوپر چکر لگا رہا تھا۔ عینر نے مسلمان کمانڈر سے کہا :

”اب آپ کو یقین آ گیا ہو گا کہ ہم جاسوس نہیں ہیں۔ بہتر ہو گا کہ آپ ہمیں سلطان معظم کے پاس سے چلیں۔ ہم ان سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔“

کمانڈر جو پہلے ہی ان سے خوف کھائے ہوئے تھا، بولا :

”جناب! میں آپ کو سلطان معظم سے تو نہیں، لیکن سپہ سالار معظم سے ضرور ملا سکتا ہوں۔“

عینر نے کہا :

”چلو ان سے ہی ملو دو۔“

پھر اس نے ناگ کو ارشاد کیا۔ ناگ نیچے اتر آیا اور دو بار انسان کی شکل میں آ گیا۔ کمانڈر دونوں کو لے کر قلعے کے ایک خاص ٹال کمرے میں آ گیا۔ یہاں اس نے سپہ سالار کو پیغام بھجوایا کہ دو مسلمان ستیاج کوئی خاص پیغام لے کر آئے ہیں۔

سپہ سالار اس وقت بہت مصروف تھا۔ اس نے جواب بھجوایا کہ کل ملاقات کر سکوں گا۔ عینر اور ناگ کو قلعے کے ایک کمرے میں پہنچا

دیا گیا۔ یہ کمرہ ایک پرانی طرز کی کوٹھڑی تھی جس میں دو پٹنگ بچے تھے اور پانی کی صراحی رکھی ہوئی تھی۔ ایک کھڑکی باہر جنگل کی طرف نکلتی تھی۔ عینز پٹنگ پر بیٹے ہوئے کینے لگا:

"چلو سپہ سالار سے کل مل لیں گے اور کل ہی ہم اس سے اجازت لے کر دریائے کاویری پر باتیں گے تاکہ ماریا کا انتظار کر سکیں۔" ناگ اپنے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔

"یارا اگر میں جلدی نہ کرتا تو ان لوگوں نے تو میری گردن اڑا دی تھی۔"

پھر وہ عینز کی طرف پلٹ کر بولا:

"میری سمجھ میں ابھی تک اس قبر بنا انسان کا معنا نہیں آ رہا۔ کہ وہ کیا بلا تھی؟ اور اس نے مجھ پر کس لیے حملہ کیا تھا؟"

یہ معنا عینز کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد بھی دونوں دوست اس قبر میں غائب ہو جانے والے جھوٹ کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ پھر ناگ سو گیا۔ عینز ابھی تک جاگ رہا تھا۔ کوٹھڑی میں ایک شمع جل رہی تھی۔ یہ موم بتی کی شمع تھی۔ عینز نے بھی سوچا کہ کچھ دیر سو جانا چاہیے۔ اس نے شمع بجھا دی۔ شمع کے بجھتے ہی کوٹھڑی میں اندھیرا چھا گیا اور کھڑکی سے باہر جنگل میں پھیلی ہوئی چاندنی دکھائی دینے لگی۔ اس جنگل میں کتنے ہی کیکر اور نیم کے درخت تھے، کھڑکی میں بوسے کی سلاخیں لگی تھیں۔

عینز پٹنگ پر لیٹ کر کھڑکی میں سے باہر درختوں کو دیکھنے لگا۔ چاندنی میں خاموش کھڑے تھے ہوا بند تھی اور فضا میں گرمی اور مہسی ہو رہا تھا۔ ناگ آہستہ آہستہ خراٹے لینے لگا تھا۔ عینز بھی سونے کی تیاری کرنے لگا کہ چلو سو کر ہی رات گزار دیں، آنکھیں بند کرنے سے پہلے اس نے کھڑکی میں سے باہر چاندنی میں دیکھا کہ ایک کھڑکی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ ہوشیار ہو گیا۔ یہ کون آ رہا ہے؟ اس نے سوچا اور کھڑے سے باہر درختوں میں دیکھنے لگا۔

سایا درختوں میں غائب ہو گیا تھا۔ عینز جنگلی باندھے تھکا رہا۔ تھوڑی دیر بعد سایا درختوں میں سے نکل آیا۔ یہ وہی قبر بنا انسان تھا۔ اس نے دونوں لمبے بازو آگے بڑھائے ہوئے تھے۔ گردن پر دم کی جگہ قبر کا کتبہ لگا تھا اور وہ ایک جھوٹ کی طرح کھڑکی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عینز پٹنگ سے اٹھ کر کھڑکی کے ایک طرف چھپ کر کھڑا ہو گیا وہ سمجھ گیا کہ یہی وہ جھوٹ ہے جس کا ذکر ناگ نے کیا تھا اور پھر ناگ کو ہلاک کرنے آ رہا تھا۔ قبر بنا انسان کھڑکی کی سلاخوں کے پاس آ کر رک گیا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ کھڑکی کی سلاخوں پر رکھے اور آہستہ سے انہیں ایک طرف کھینچا۔ بوسے کی مضبوط سلاخیں موم بتی کی طرح ایک طرف ٹڑ کر ٹوٹ گئیں۔ اب عینز اچانک دیوار سے نکل کر سامنے آ گیا۔ قبر بنا انسان اس کے بالکل سامنے کھڑکی کے باہر کھڑا تھا۔ اس کی گردن پر جو کتبہ لگا تھا اس کتبے پر ایک کالا بچہ بیٹھا

رہا تھا۔ عجز نے قبر نما انسان پر حملہ کرنے کے لیے ہاتھ باہر نکالے ہی تھے کہ ایک بھیا تک چیخ مار کر قبر نما انسان پیچھے ہٹا اور پیچھے ہٹتا ہٹتا درختوں میں غائب ہو گیا۔ چیخ کی آواز سن کر ناگ جاگ پڑا۔
 ”یہ کس کی آواز تھی؟“ اس نے ہڑبڑلاتے ہوئے پوچھا۔

عجز نے کہا :

”وہی قبر والا آدمی تھا۔“

- قبر نما انسان نے ناگ سے کیسے انتقام لیا؟
 - کیا وہ ناگ کی گردن کاٹ سکا؟
 - ماریا اس قبر نما انسان کی قید سے کیسے آزاد ہوئی؟
 - عجز اور ناگ نے سلطان ٹیپو سے کیا کہا؟
 - اور پھر یہ لوگ کس طرف روانہ ہوئے؟
- ان تمام سوالوں کے جواب آپ عجز ناگ ماریا کی واپسی سیریز کی اگلی قسط نمبر ۲۰ لکشی دیوی کا انتقام میں پڑھیں گے۔
 آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے قسط نمبر ۲۰ طلب کریں۔



قدم قدم حریرانی
ہر موڑ ریتی کہانی!

عمران ریحان ایڈیٹر

”موت کے تعاقب کی داپسی“ کے مشہور مصنف اے حمید کا ایک نیا سلسلہ

درج ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں:

۱	لنڈی کوتل کا بھوت	۵/-	۲	مفرور قیدی	۵/-
۳	ہینڈ زاپ	۵/-	۴	ہیروں کے چور	۵/-
۵	شاہی تاج کی چوری	۵/-	۶	خونی راز	۵/-
۷	آدھی رات کو فرار	۵/-	۸	خفیہ ڈائری کی تلاش	۵/-
۹	جب ہمیں عمر قید ہوئی	۵/-	۱۰	بند کمرے کا راز	۵/-
۱۱	پیرس کا جاسوس	۵/-	۱۲	ایلا، سکالا اور حبشی داوا	۵/-
۱۳	کے۔ جی۔ بی کے جاسوس	۵/-	۱۴	موت کی چٹانیں	۵/-
۱۵	بارود کی موت	۵/-	۱۶	سٹڈریلا اور مسٹر ڈی کارلو	۵/-

شہر شائع ہونے والی کتب:

PDFBOOKSFREE.PK

منیکتبہ اقرأ - ۱۴ - بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور